

مرد عشق مستو نظرین

زیبشتی

بجسید

بشعاع سوزان اشخاص کی سوانح عمریان اوریت و غیرتیں

سب سے لیکتی ہیں

جو

کے سب سے صاحبِ حیدر آبادی نے تالیف کیا ہے

جو

بہت نامہ شجرِ ادیب الاطفال کتبِ احسنی

سال ۱۹۱۱ء میں

فلاحی پریس لاہور

بیتِ محمد

محافظت

بہن چھلے سے اجڑا دستیاب ہو سکے ہیں جنہیں ایک جامع کوہ
اس مرکب میں مختلف خواص پیدا ہو جائیں گے۔ اس کی زیادہ توفیق مقبول
خیال کرتے ہیں آپ شکوہ کر استعمال کریں تو خود بخود معلوم ہو جائیگا۔
اس کی چند خاصیتیں بتا دیں گے مناسب تصور کرتے ہیں۔ ہضم لعل
عش دفع دوران سر۔ اگر کسی سر۔ دروست کم۔ علاج۔ تبصیر۔ تفرغ
غیر۔ قیمت فی شیشی ۸۔

مفت و مذاں

اگرچہ یو جیو تو عہد شباب کا حسن اور بچپن کے بہترین وقت۔ انتہا
اس یہ سمجھیں کہ یہ بہت تک ہم رکھانے کی چیز کا لطف حاصل کئے
نہیں۔ چہرہ خوبصورت رہتا ہے۔ اگر چہ ہم سر جانیں تو نہ ہو جاکر اندر
بتا ہے جبکہ وجہ سے چہرے کی خوشنمائی میں فرق آتا ہے اگر وہ
در و شرع ہو جائے تو اسی طرح غذا ابھی جیسا کہ بہن جاتی جبکہ وجہ سخت
بہن موفقی ہے اور اس کے شدت درد سے جو کہ ہوتا ہے اس کا اندازہ
کئے ہیں جو بہن بتا دیں اور جو کہ لطف جوانی کا یہ کہتا ہو تو صرف اس کا
نہیں کہ اس کے آثار سے دانت صاف دیکھنا ہو کہ بہن در و شرع ہو کر دانت
نہیں سمجھیں خوشبو تھی۔ قیمت فی شیشی ۸۔
یو جیو یا لطف لعل ایک شیشی کے طلبہ و محققین کو بخیر۔



مغز ناظرین! ایک زمانے سے میرا خیال تھا کہ کوئی تصنیف
 یف کروں اس غرق سے نہیں کہ میں بھی قابل عزت مصنفین کی صف میں جگہ
 ہوں بلکہ ملک و قوم نیز زبان اردو کی بحیثیت ایک فرد قوم و متوطن وطن اور
 ن داں ہونے کے اپنی ناچیز لیاقت سے خدمت کر سکوں۔

لیکن بعض وجوہات سے میں فی الحال کوئی تصنیف شائع نہ کر سکی۔ اسی
 سبب سے بچوں کا اخبار ”ادیب الہ آباد“ کے چند پرچے میری نظر سے گزرے
 میں خود اس اشخاص کے حالات درج تھے۔ میں نے خیال کیا کہ اگر ان
 نام واقعات کو جو مختلف نمبروں میں شائع ہو چکے ہیں (جن کو بعضوں نے پڑھا
 بعضوں نے نہ پڑھا ہوگا) ایک کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے تو بہتر ہوگا۔

اس قسم کی تالیف یا تصنیف عموماً عوام خصوصاً بچوں کے لئے جس قدر
 سودمند ثابت ہوگی وہ ظاہر ہے۔

میں اُن صاحبان والدین سے جن کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت
 کا بڑا خیال رہتا ہے ملتس ہوں کہ وہ اس کتاب کو اپنے پیارے بچوں کو پڑھائیں
 بچوں کی نرم طبیعت جقدر جلد ارد گرد کے واقعات قبول کر لیتی اور
 ان پر عمل کرنے کا کوشش کیا کرتی ہے وہ انہیں لٹائیں ہے۔ اگر

بچپن ہی سے اس قسم کے صحیح واقعات (جیسے کہ اس کتاب میں درج
ہیں) بچوں کو پڑھائے و سمجھائے جائیں اور ان پر عمل کرنے کی ہدایت
کی جائے تو امید ہے کہ وہ ضرور اسکی پیروی کریں اور بڑے ہو کر نیک
ادصالے متصف ہوں اور آپ اپنی مدد کرنا سیکھ جائیں۔ جسکی
فی زمانہ سخت ضرورت ہے۔

آمین اُن اہل اہل مسلم حضرات کے میں معافی کی خواستگار
جن کے مضامین بغیر اذکی اجازت کے میں نے درج کتاب کر لئے ہیں۔

خاک

د - ب - حیدر آبادی

۲۱ - پاج ۱۱ ۱۹۱۱

ابوالفضل
(شہنشاہ اکبر کا مشہور وزیر)

ابوالفضل کا خاندان

ابوالفضل کے بزرگ اصل میں مین (عرب) کے رہنے والے تھے۔ نویں صدی ہجری کے عین شروع میں اس کے بزرگون مین سے ایک شخص موسیٰ نامی مین سے سیستان ایران) آئے موسیٰ کی اولاد سوبرا تک سیستان میں رہی یہاں تک کہ دسویں صدی ہجری کے شروع میں یعنی سوبرا کے بعد موسیٰ کے پڑپوتے خضر نے سیستان سے ہندوستان آنے کا ارادہ کیا۔ اور ناگور (راجپوتانہ) میں آکر مقیم ہوئے۔ جہاں ۹۱۵ء میں ابوالفضل کا باپ مبارک پیدا ہوا۔ کچھ عرصہ بعد شیخ مبارک ناگور سے چل کر احمد آباد دکن گجرات آیا اور کچھ دن یہاں رہ کر ۹۵۲ء میں مبارک متقل طور پر آگرہ میں جا آباد ہوا۔

ابوالفضل کی پیدائش

جس نابین مبارک متقل طور سے آگرہ میں مقیم ہو گیا تھا۔ اس کے گھر میں ۹۵۷ء ہجری اٹوار کی رات کو ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام مبارک نے (غالباً اپنے استاد ابوالفضل خطیب دکنی) کارزونی کے نام پر) ابوالفضل رکھا

مجھ مبارک کا چھلا بیٹا نہیں تھا۔ بلکہ اس سے پہلے ۵۴ سالہ میں ایک اور بیٹا پیدا ہو چکا تھا جس کا نام مبارک نے اپنے پیر کے نام پر ابو السیض رکھا تھا۔

ابو الفضل کا چھپرائی تعلیم

ابو الفضل پڑھ ہی سال کی عمر میں خوب باتیں کرنے لگا تھا اور سب آدمی اس کی باتیں سن سن کر تعجب کرتے تھے۔ پانچ برس کی عمر میں ابو الفضل خوب ہوسٹ میا ہو گیا تھا۔ اس شیخ مبارک نے اس کی تعلیم شروع کی۔ ماں باپ دونوں نہایت احتیاط سے اس کی نگرانی کرتے تھے اور عام بچوں اور بُری صحبتوں سے بچائے رکھتے تھے ابو الفضل نے اپنی کامیابی کو کئی جگہ اپنے باپ کی لیاقت اور اپنی ماں کی سلامت روی سے منسوب کیا ہے۔ اس زمانہ کی طرز تعلیم سے ابو الفضل کو بچپن ہی سے نفرت تھی۔ اور جس طریقہ سے بچوں کو پڑھایا جاتا تھا۔ اور جو کتابیں عام استعمال سے اُن کی ابتدائی تعلیم کی جڑ قرار مانی جاتیں۔ کم عمر ابو الفضل اُن کو کبھی جی لگا کر نہ پڑھتا تھا۔ اکثر آدمی جو اس وقت بڑے عالم اور مصلحت مند تھے والے ہوئے ہیں وہ عموماً دوسری کتابوں پر توجہ نہ کرتے تھے غرض کچھ ہی سبب ہو۔ ابو الفضل زندہ دلی اور شوق سے نہ پڑھتا تھا یہ حال دیکھا تو ماں باپ نے اپنے بیٹے کی تعلیم کے لئے اپنے اوپر محنت گوارا کی۔ شیخ مبارک ہر مضمون پر جو اسے پڑھانا ہوتا ایک سال لکھا کر ابو الفضل کو دیتا تھا۔ لیکن اس پر بھی ابو الفضل کی تعلیم نے خاطر خواہ ترقی نہ کی۔ ہر بات پر اس کے دلیں محک و شبہات پیدا ہوتے تھے۔ ذہانت کا یہ حال تھا کہ جوابات کہ اس میں نہ ہوتی تھی اس کے متعلق اس کے دلیں طرح طرح کے اعتراض آتے تھے لیکن کم عمری اور شرم و جفا کی وجہ سے کچھ بوجھ نہ سکتا

تاجب سبق پڑھ کر گھر آتا تو اپنے آپ کو ملاست کرتا اور روتا کہ میں کیا پڑھ
 آیا ہوں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تاجب استاد سے کوئی بات پوچھنے لگتا تو
 جرات نہ ہوتی اور ہکلائے لگتا آخر اس کی دوستی ایک ہم عمر سے ہو گئی اور
 اسکے ساتھ مدرسہ میں داخل ہو کر باقاعدہ پڑھنے لگا۔ اور تمام کتابیں
 جن کا پڑھنا طالب علم کے لئے اس زمانہ میں ضروری سمجھا جاتا تھا پڑھ لیں اور
 اور ہ اس سال کی عمر میں تحصیل ختم کر لی۔ اسی عمر میں ابو الفضل کی بیات ایسی
 تھی کہ ہر مضمون پر مدگی سے بحث کر سکتا تھا اور جن کتابوں کو انہیں پڑھنا تھا انہیں اچھی
 طرح سمجھ سکتا تھا اس ترقی کا سبب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنا زمانہ بایک بھائی فیضی کو اپنا
 رہتا تھا جہاں شیخ علم کے چرچے کے سوا اور کوئی ذکر نہ تھا اور جہاں ہر وقت عالم کا جھگڑا رہتا تھا اچھی
 رکھو قاعدہ ہے کہ انسان کے دل میں ترقی کرنے کا شوق اور امتیاز پیدا ہوتی
 ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ ابو الفضل کے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی ہوگی
 کہ باپ بھائی کی طرح میں بھی بڑا آدمی بن جاؤں اور اپنے اس پاس کی مثالان
 سے ضرور اسکے اندر جوش اور ولولہ بوجھیں مارتا ہوگا

مطالعہ کا شوق

گو کہ وہ بین دہ ضروری تھیں تمام کر چکا تھا لیکن اصلی لیاقت اور علم کی
 اس میں کمی تھی اس لئے اب اس نے ان رسالوں اور خلاصوں کو جو باپ
 نے لکھے تھے دوبارہ دیکھنا شروع کیا اور اس دفعہ وہ بخوبی سمجھ میں آتے
 تھے اور ان سے اس کو بہت فائدہ ہوا اب وہ دل و جان سے لکھنے
 پڑھنے اور بڑے بڑے مصنفوں کی کتابیں پڑھنے میں مصروف ہوا آئندہ
 نو دس سال یعنی ۲۴ برس کی عمر تک اس کو یہ ایک کتب خانہ میں زندگی

بسر کی - شیخ مبارک کے کتب خانہ میں بہت سے نایاب اور مفید کتابیں
تھیں اور ابو الفضل کے بڑے بھائی فیضی کو بھی کتابیں جمع کرنے کا
بڑا شوق تھا خدا کی جن نعمتوں کا شکریہ ابو الفضل نے ادا کیا ہے ان
میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مجھ کو طالب علمی کے زمانے میں نایاب اور مفید
کتابیں دیکھنے کا موقع ملا اور کسی سے کتابیں مانگنے کی دولت نہ اٹھانی پڑی۔
مطالعہ کے شوق کا یہ عالم تھا کہ اس دہن میں دود و دلت تک کھانا ہی نہ
کھاتا تھا۔ لوگ اس کی یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے تھے مگر وہ ان کو
یہ جواب دیا کرتا تھا کہ ”جب کوئی آدمی بیمار ہو کر رہتا ہے اور عرصہ تک
کھانا نہیں کھاتا اور نہ پانی پیتا ہے تو تم اس کے زہن رہنے پر ذرا بھی تعجب
نہیں کرتے پھر میرے نہ کھانے پر کیوں تعجب ہوتے ہو؟“ پڑھتے
پڑھتے اور بحث کرتے کرتے اکثر کتابیں اسے حفظ یاد ہو گئی تھیں جن
کا ابو الفضل نہ صرف مضمون بیان کر سکتا تھا بلکہ ان کی عبارت لفظ
بلفظ صحیح پڑھ سکتا تھا۔

ادصاف

ذہانت :- ابو الفضل کی جودت اور ذہانت کا یہ حال تھا کہ اکثر پرانے
مضفون کی کتابوں اور ریون پر اعتراض کر بیٹھتا تھا۔ اور جیسا کہ
دستور ہے لوگ اسے طفل کتب سمجھ کر اس کا تھکھکھ کرتے تھے بعض
آدمی خیال کرتے تھے کہ زیادہ پڑھنے سے اس کے دماغ میں فتور آگیا
بعض اس کا سبب ابو الفضل کا غور و تبات تھے ابو الفضل کو ان لوگوں
پر پڑا غصہ آتا تھا مگر دل ہی دل میں ناراض ہو کر چپ ہو رہتا تھا

اور جلوسگ اس سے بحث کرتے تھے انھیں وہ بند کر دیا تھا۔ جیسا کہ خود ابو الفضل نے لکھا ہے اس زمانے میں اس کے مزاج میں کسی قدر غرور پیدا ہو گیا تھا اور وہ دوسرے آدمیوں کو جاہل خیال کرنے لگا تھا۔ مگر شیخ مبارک نے اپنے فاضل بیٹے کی اس کمزوری کا بہت جلد علاج کر دیا ایک مصنف کی کتاب پر ابو الفضل بہت اعتراض کیا کرتا تھا۔ اس کے چند دوستوں نے اُن اعتراضات کو لکھ ہی لیا تھا۔ اتفاق سے اس کے اپنی دوستوں میں سے کسی کے ہاتھ ایک یونانی کتاب لگی۔ جس میں اُسی مصنف کی کتاب پر اکثر ہی اعتراض تھے جو ابو الفضل کیا کرتا تھا۔ پھر تو سب لوگ ابو الفضل کی غرت کرنے لگے۔

حافظ ابو الفضل کے حافظہ کا یہ حال تھا کہ طالب علمی کے زمانے میں ایک کتاب دیکھی تھی۔ ایک شخص کے پاس ہی کتاب موجود تھی مگر ادھی سے زیادہ کپڑوں نے کھائی تھی اور لوگ اس کے فائدے سے محروم تھے ابو الفضل نے وہ کتاب لے لی اور چائے ہوئے ورتوں کو الگ کر کے اُن کی جگہ کورے ورق لگا دیے اور انھیں اپنی یاد سے لکھنا شروع کیا جب لکھ چکا تو کچھ عرصہ کے بعد پوری کتاب ہاتھ لگ گئی جب لوگوں نے مقابلہ کیا صرف دو جگہ لفظوں میں فرق تھا چار لفظ ایسے تھے جو اصل سے مختلف تھے مگر اُن کے معنی قریب قریب وہی تھے جو اصل لفظ کے تھے اور باقی سب حرف بحرف صحیح تھا اس سے ابو الفضل کی غرت لوگوں کو دل میں اور بھی زیادہ ہو گئی۔

اتمسار :- باوجودیکہ ابو الفضل آسا عالم تھا اور اس کو اس قدر غرت حاصل تھی پھر بھی اس کے مزاج میں اس قدر اتمسار تھا کہ وہ غریبوں کو

ساتھ بھی بڑی غرت سے پیش آتا تھا اور وہ اپنی کمزوریوں پر اپنے آپ کو ملالت کرتا تھا۔

خدا پر اعتقاد: - خدائے تعالیٰ کے جسم اور قدرت کے خیال سے ابو الفضل کو تقویت ہوتی تھی لکھے لکھے جب اس کی طبیعت پریشان ہوتی ہے تو وہ جگہ جگہ تعجب یا اداسی میں خدا کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے اور سینکڑوں جگہ ایسے فقرے لکھتا ہے کہ - اے خدا تو سب دیکھنے والا ہے تو قادر مطلق ہے میرے دل کو تسلی دے تمام آدمیوں کی ساتھ دوستی کی قوت عطا کر اور دنیا کے جھگڑوں سے نجات بخش - وہ ہر کام میں خدا کا ہاتھ دیکھتا تھا جب اس پر کوئی مصیبت پڑتی تھی تو یہ جھجک کر خدا کو کرتا ہے اچھا کرتا ہے دلیں صبر اور ظاہر میں شکر کرتا ہے۔

بے تعصبی: - ابو الفضل بد بھی تھا اور شاعر بھی اور فاضل بھی لیکن وہ مسلمانوں اور دوسرے مذہب کے لوگوں سے یکساں برتاؤ کرتا تھا اور رسم دلی اور بے تعصبی میں بے نظیر تھا۔ یہی سبب ہے کہ وہ بمبئی کے پاپسی اور برنگال کے پاڈری سے لے کر ہندوؤں کے جوگیوں تک سے اتحاد رکھتا تھا۔ ہر مذہب اور ہر فرقہ اور ہر قسم کے خیالات کے لوگ اس کو جوسج رہتے تھے۔

ادائے منصب: وہ اپنے فرائض منصبی کو نہایت دیانت داری سے انجام دیتا تھا۔ قتل کے سال جب اس کو دکن کے معاملات کے تعینہ کیے گئے بھیجا گیا تو خاویس کے بادشاہ نے جو ایک طرح سے ابو الفضل کا قریبی رشتہ دار تھا اس کے پاس جلیا کہ دستور ہے کچھ قیمتی تحفے بھی ابو الفضل نے اس خیال سے کہ ان کے قبول کرنے سے معاملات

مہمات کے تصفیہ کرنے میں اسکی رائے پر اثر پڑے گا وہ تحفے واپس کر دے اور لکھا کہ اگر ان تحفوں سے یہ منشا ہے کہ میں تمہاری رعایت کروں تو یہم مجھے نہیں ہو سکتا۔ اگر صرف دوستی اور محبت کا اظہار اور استحکام مقصود ہے تو میں پہلے ہی سے تمہارا سچا دوست ہوں۔ اور بادشاہ کی عنایت سے مجھکو ان چیزوں کی حاجت بھی نہیں۔ اس لئے شکریہ کیا تمہارا چیرون کو واپس کرنا ہوں۔“

فیاضی ۱۔ ابو الفضل کی سخاوت اور مہمان نوازی مشہور تھی۔ ہر اہل علم جو اس کے پاس جاتا تھا وہ اس سے کچھ کچھ سکوک ضرور کرتا تھا اور ہزاروں آدمی اس کی سفارش سے نوکری پاتے تھے۔ منتخب التواریخ کا مصنف جو اکبر کے درباریوں اور ابو الفضل کا بے بڑا دشمن تھا اس نے بادشاہ کے نام ابو الفضل کی ایک عرضی نقل کی ہے جس میں ابو الفضل نے اپنے کسی دشمن کی تعریف نہایت زور و شور سے کی ہے اور بادشاہ سے التجا کی ہے کہ اس لائق مکر غریب شخص کو کوئی عہدہ دجا کر ضرور ملنی چاہیے۔

شاہی دربار میں رخنہ

شیخ مبارک اور اسکے بیٹے فیضی کا آنا جانا شاہی دربار میں ۹۷۷ھ میں شروع ہوا۔ فیضی دربار کا ملک الشعرار بن گیا تھا۔ ۹۸۱ھ عجمین جب کہ ابو الفضل کی عمر ۲۴ سال اور اکبر کی ۳۲ سال کی تھی فیضی نے ابو الفضل کو بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ مگر سال بھر تک کوئی عہدہ نہیں ملا۔ دوسرے سال ابو الفضل پھر دربار میں آیا جب وہ دربار میں پہنچا تو اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ میں کسی مجھے ٹے عہدے پر قناعت نہیں کروں گا بلکہ وزیر اعظمی پر پہنچوں گا۔

رہوں گا جو کسی ملک میں بادشاہ کے بعد سب سے بڑا درجہ ہوتا ہے مگر اس زمانے میں وزارت کے لئے عالم فاضل ہی ہونا ضروری نہ تھا بلکہ اعلیٰ درجہ کا پکا اور سپہ سالار بھی ہونا شرط تھا اس لئے ابو الفضل نے جبکی عمر اب تک صرف کتابوں کے مطالعہ میں صرف ہوتی تھی دربار میں داخل ہوتے ہی لڑائی کا فن سیکھنا شروع کیا اور اس کے حاصل کرنے میں اس نے کوئی محنت باقی نہ چھوڑی تلوار - بندوق - تیر غرض تمام ہتیاروں کا استعمال کرنا - گھوڑے پر سوار ہونا سیکھ لیا - اور لمبے لمبے چکر لگانے کا عادی ہو گیا - کھانے پینے کی تکلیف برداشت کر لیں جو سپاہیوں کو ضروری ہے - سچ کسی نے کہا ہے :-

ہمت بلند دار کہ پیش خدا دخل

باشد بقدر ہمت تواعتبار تو

د آدمی کو بلند ہمت ہونا چاہیے کیونکہ خدا اور مخلوق کے نزدیک انسان کی ہمت کے مطابق اس کا اعتبار ہوتا ہے۔

آخر ابو الفضل اپنی ہمت کی بدولت اکبر کے دربار میں وزارت عظمیٰ تک پہنچا اور ایسا عروج حاصل کیا کہ اکبر کو اس سے زیادہ عزیز کوئی نہ تھا۔

وفات

اکبر کے بیٹے اور دلی عبد سلیم (جو بعد کو نور الدین جہانگیر ہوا) اور ابو الفضل کا ہمیشہ بگاڑ رہتا تھا۔ چنانچہ جب شہزادہ سلیم نے ایک بار اکبر سے بغاوت کی تو ابو الفضل نے سلطنت کا عہد تسلیم رکھنے کی غرض سے ایسی تدبیریں کیں جن سے یہ بغاوت بہت جلد دور ہو اور شہزادہ سلیم بادشاہ کا مطیع ہو۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں ابو الفضل دکن کی ایک

ہم پر مصروف تھا اور وہاں کوئی حد بندی کر رہا تھا۔ ابو الفضل کے دار الخلافہ میں موجودگی کی ضرورت پڑی اور اکبر نے اسے بلایا ابو الفضل نے یہ سوچ کر کہ جلد واپس آنا ہو گا کیونکہ ہم کا کام ابھی ختم نہیں ہوا ہے اپنے ساتھ فوج نہ لی۔ بلکہ صرف چالیس آدمیوں کو ہمراہ لیکر اگرہ کی جانب روانہ ہوا۔ ادھرت ہزارہ سلیم کو معلوم ہوا کہ ابو الفضل صرف چالیس آدمیوں کو ہمراہ اگرہ آ رہا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی اس نے زرنگ دیوانی ایک خرقہ کو ابو الفضل کے قتل پر متین کیا۔ اور زرنگ دیو اپنے ساتھیوں سمیت ابو الفضل پر آپڑا۔ اگرچہ اس وقت بھاگ جانے کا موقع تھا اور ابو الفضل نے ساتھیوں نے اسے ار سے بھاگ کر جان بچانے کی صلاح بھی دی مگر بہادر ابو الفضل نے ایک نہ سنی اور کہا کہ میں اکبر کا وزیر عظم ہو کر دشمن کے مقابلہ میں پیچھے ہٹنے کا لڑائی ہوئی۔ اور ابو الفضل زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا۔ زرنگ دیو نے ابو الفضل کا سر کاٹ کر سلیم کے پاس بھیجا۔ یہ واقعہ ۱۵۵۷ء میں ہوا جب کہ ابو الفضل کی عمر ۶۵ سال کی تھی۔ ابو الفضل کے قتل کا اکبر کو سخت صدمہ ہوا۔

نواب محسن الملک سید محمد علی خان

خاندان

نواب محسن الملک کا اصلی نام سید محمد علی تھا۔ اور سامات بارہ کے مشہور خاندان سے تھے مگر ان کے باپ دادا کوئی پشت سے شہر اٹاؤدہ موجات متحدہ (گرہ اودھ) میں رہنے لگے تھے ان کی طرف سے ان کا سلسلہ شیخو

فسرخ آباد کے میدون کے خاندان سے ملتا ہے۔

پیدائش اور تعلیم

سید مہدی علی آمادہ بین ۹ ذی الحجہ ۱۲۸۶ء کو پیدا ہوئے تھے انکی تعلیم اُس زمانے کے دستور کے مطابق صرف عربی و فارسی میں ہوئی تھی اور انگریزی تعلیم سے انھیں کچھ حصہ نہیں ملا تھا۔ مگر زمانہ محال کے بہت کم لوگ جنھوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی ہے اُن سے عام قابلیت میں لگا کھا سکے تین عربی فارسی کی تعلیم انھوں نے قضیہ بھپھوند (ضلع آمادہ) کے بڑے عالم مولوی عنایت حسین صاحب سے پائی تھی جو دیوبند (ضلع بارہ بنگی) کے رہنے والے تھے۔ کانپور کے مولوی سلامت اللہ صاحب سے بھی انھوں نے کچھ تعلیم پائی تھی۔ وہ بچپن ہی سے ایسے ذہین تھے کہ لوگ اُن کے والد اُن سے کہا کرتے تھے کہ تمھارا بیٹا بڑا حسد مولوی ہو گا۔ مگر انھیں یہ خبر نہ تھی کہ یہ بچہ نہ صرف بڑا مولوی ہو گا بلکہ ملک اور قوم کی اعلیٰ درجہ کی خدمت کرے گا۔

محسن الملک مرحوم بچپن میں لکھنے پڑھنے کے شوقین نہ تھے انکی آئندہ بزرگی کا خیال لوگوں کو صرف اذکی ذہانت اور شوق سے ہو کر رہتا تھا مگر چون سمجھ آئی تھی مطالعہ کا شوق بڑھتا گیا اور اُن کا مطالعہ علم و فضل اسی کثرت مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ ورنہ انھوں نے اپنی کورس کی کتابوں کو محنت سے نہیں پڑھا تھا اور اگر وہ کورس کی کتابیں بھی محنت سے پڑھتے تو غالباً اب سے زیادہ عالم فاضل بن جاتی ملازمت کے زمانے میں ہی انھوں نے کتابوں کا مطالعہ شروع

چھوڑا بلکہ نہایت محنت سے راتوں کو کتابیں دیکھا کرتے تھے۔

سرکاری ملازمت

اگرچہ اُنکے خاندان میں سرکاری ملازمت کا رواج نہ تھا۔ اور اُنکے ایک غیر زریعہ ظہور علی کے جو صدر الصدور اور زداشت ٹوناب کے وزیر ہوئے اور کسی نے ملازمت نہ کی تھی لیکن سید مہدی علی روزی کی تلاش کے لئے مجبور ہوئے اور کلکٹری اٹاواہ میں دس روپے ماہوار کی ملازمت کر لی۔ مگر اُنکے شریفانہ اوقار بلاتر برتاؤ سے مسٹر ایلن ہیوم میجر سٹریٹ و کلکٹر اٹاواہ ایسے خوش ہوئے کہ سٹیشن افسر میں انھیں اہل مقرر کیا۔ اور اگرچہ اٹاواہ پر باغیوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اور انکی حکومت بھی کچھ روز ٹھہر رہی۔ مگر سید مہدی علی اوان کا خاندان سرکار انگریزی ہی کا دم بھرتے تھے۔ جب غدر فرم ہو گیا اور انگریزی سٹیشن سے سرے سے ہوا تو سٹیشن ہیوم نے انھیں پیشکار کر دیا کچھ دن دھستہ تر داری کا کام بھی کرتے رہے۔ اور اُنکے اکر میں تحصیلدار ہو گئے۔ اس زمانہ میں انھوں نے کئی قانونی رسالے اردو زبان میں اعلیٰ درجہ کے تعینات کئے تھے ۱۸۶۳ء میں ڈپٹی کلکٹر کی کئے امتحان مقابلہ میں شامل ہوئے اور بہت سے انگریزوں تک سے اعلیٰ درجہ پر کامیابی حاصل کی انھیں تحصیلداری اسی کے زمانہ میں ڈپٹی کلکٹر کی اختیارات مل گئے تھے جو انکی قابلیت کا یقینی ثبوت ہے۔ ۱۸۶۷ء میں وہ مرزاپور کے ڈپٹی کلکٹر ہوئے۔ جہاں وہ ریاست کو دھکی کی سپرنٹنڈنسی اور راج برہل کے کورٹ آف وارڈس کی نیچری بھی کرتے رہے اور ان سب کاموں میں ایسی کامیابی حاصل کی کہ کلکٹر نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مہدی علی سے زیادہ مستعد

زمین اور ایسا انداز ملازم مالک مغربی شمالی (حال موجودات متحدہ اگر و ادھر)
میں نہیں ہے۔“

ریاست حیدرآباد میں طلبی

حیدرآباد کے مشہور وزیر اعظم سر سالار جنگ
کھٹہ سے لڑتے ہوئے سید مہدی علی اس کے بڑے بھائی کے زمانہ میں سرزادہ کے
اور ان سے ملکر ایسے خوش ہوئے کہ گورنمنٹ سے انھیں ریاست حیدرآباد کے
نئے مالک کیا۔ اور وہاں انھیں اسپیکر منبر مال مقرر کر دیا۔ اس عہدہ سے
ترقی کر کے وہ بہت جلد کشتہ شکن بن گئے۔ پچاس سالہ ہو گئے۔ انھیں
نیراز سر اسٹارٹ لفٹنگ گورنر منبر نے انھیں لکھا تھا کہ تم نے ریاست نظام
کی مالگاری کا انتظام ایسے عمدہ اصول پر کیا ہے کہ حضور نظام کے ہاں میں
تمہارے کاموں کو صرف وزیر اعظم سے دوسرے درجہ پر شمار کرتا ہوں۔
محسن الملک کی نسبت سر سالار جنگ کہا کرتے تھے کہ اس شخص کی رائے
پر مجھے جتنا بھروسہ ہے اتنا کسی اور کی رائے پر نہیں ہے۔ ۱۸۸۲ء میں وہ حیدر
آباد کے پولیس کے بڑے ہو گئے۔ اور اس زمانے میں وہ اپنے اختیارات کو
ایسی سوزوینت سے کام میں لائے کہ حضور نظام نے انہیں ان خدمات کے
صلہ میں محسن الدولہ محسن الملک نیراز جنگ کا خطاب عطا فرما کر تنخواہ ۲۸ سو
روپیہ ماہوار کر دی۔

ولایت کا سفر

دعویٰ دنوں ریاست حیدرآباد کا ایک بہت بڑا مقدر ولایت میں

سپیش تھا۔ اسکی پردی کے لئے محسن الملک ہی بھیجے گئے۔ اس مقدر کی پیروی کے متعلق انھوں نے اپنے فرائض منصبی کو ایسی خوبی سے انجام دیا کہ حضو نظام ان سے بے حد خوش ہوئے لائق انھوں نے دوسرے بڑے لوگوں کے علاوہ انگلستان کے مشہور وزیر اعظم مٹرکلیڈسٹن سے بھی ملاقات کی تھی۔ مٹرکلیڈسٹن جب تک زندہ رہے نواب محسن الملک مرحوم سے پرامن خط و کتابت جاری تھی ولایت ہی میں ان سے ایک اور سرکاری عہدہ دار پرنسپل گرن سے ملاقات ہوئی۔ اور وہ بھی نواب محسن الملک سے ملکر ایسے خوش ہوئے کہ ہندوستان میں انکو سو اکیس اور کو قابل ہی نہ سمجھتے تھے۔

نیشن

۱۸۹۳ء میں ریاست جید راباد سے انکی اٹھ سو روپیہ ماہوار کی نیشن ہو گئی اور وہ بلیکڈھاکر بنے لگے اس نیشن کے علاوہ اور ذرائع سے بھی انھیں بہت معقول آمدنی تھی۔ سرسید کے انتقال کے بعد وہ علی گڑھ کالج کے سکریٹری ہو گئے اور کالج کے ہر ضیہ کو انھوں نے وہ ترقی دی کہ کالج نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی مشہور ہو گیا اور دوسرے ملکوں کے طالب علم یہیں آنے لگے۔

انتقال

نواب محسن الملک مرحوم کی صحت خراب تو کئی سال سے تھی مگر چند ہی مہینے جو طبیعت بہت بگڑ گئی تھی اور وہ علاج اور تبدیل آب و ہوا کے لئے بمبئی چلے گئے تھے جب طبیعت کچھ سنبھلی تو وہاں سے چلائے۔ اور شملہ واپس آئے۔

سے ملنے کے لئے یہ اچھین مرض سرخ بادہ کا دورا ہوا۔ مگر ایسا سخت کرتا م
چہرہ اور گردن پر درم آگیا۔ آخر ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو اس کا انتقال ہو گیا۔ اولاش
شہر سے علی گڑھ لاکر سید کے پہلو میں دفن کی گئی۔

نواب محسن الملک مرحوم کی زندگی سی حقیقت

نواب محسن الملک مرحوم کی زندگی نہایت پیش بہا تھی اخقصار کے ساتھ چنبتا
یہاں لکھے جاتے ہیں جن سے نہایت قیمتی سبق حاصل ہو سکتے ہیں۔

دن نواب محسن الملک کی ہوش سنبھالنے کے وقت سے یہ عادت تھی
کہ جو کام ان کے سپرد کیا جاتا تھا وہ اس کو خوب ہی لگا کر انجام دیتے تھے اور
اس کے انجام دینے میں نہایت محنت و جفا کشی کرتے تھے جی لگا کر کام کرنے اور
محنت و کوشش کا پورا حق ادا کرنے کے سبب سے ہر ایک کام جس کو وہ ہاتھ
میں لیتے تھے ان کے حالات سے اعلیٰ اعمال میں ترقی کر جاتا تھا اسی سبب
ان کے اسد ہی ان سے خوش رہتے تھے اور ان کی ترقی و ترقی تھوڑا عہدہ کے لئے
ہر وقت کمر بستہ رہا کرتے تھے

(۲) ایک عادت نواب محسن الملک بن یہ تھی کہ وہ مختلف عقاید کے لوگوں سے
نہایت دوستانہ برتاؤ کرتے تھے ان کے دوستوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا
عیسائی۔ پارسی۔ یہودی۔ ہندو۔ اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لوگوں
سے ملاقات کرتے تھے اور کسی کو ان سے شکایت نہیں ہوتی تھی بلکہ سب ان کے
حسن اخلاق کے مداح اور شاخو ان پائے جاتے تھے۔ ملاقات کے وقت کبھی
کوئی ایسی بات ان کی زبان پر نہونے سے بھی نہیں آتی تھی جو کسی گروہ کے
کدلی کے لئے رنج اور بغضیت باعث ہو۔

(۳) نہایت نہایت اعلیٰ اور پاکیزہ حاصلت جو نواب صاحب مرحوم میں پائی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ کسی شخص کے اختلاف رائے سے انکو کسی معاملہ میں برخ نہیں ہوتا تھا۔ وہ نہایت خندہ جسینی سے ہر شخص کی اختلاف رائے کو سنتے اور اس پر غور کرتے تھے۔ یہ اختلاف رائے کسی شخص کی طرف سے خواہ تحریری ہو یا کوئی شخص اُن کے روبرو زبانی طور پر اختلاف رائے کا اظہار کر یا یہ ممکن تھا کہ اگر پڑھنے یا سننے کے بعد اُن کے تصور پر کوئی شک نہ آتی۔ بعض موقعوں پر یہاں تک ہوا ہے کہ لوگوں نے اُن کے سامنے نہایت گستاخی کی یا تھانگی ذات پر حملے کئے اور اختلاف رائے ہی پر بس نہیں کی۔ بلکہ کھلم کھلا مخالفت کا اظہار کیا۔ تاہم وہ اُس مخالفت کو مہمی اور خوشی کیساتھ برداشت کرتے رہے اور کوئی ایسی حرکت اُن سے ظہور میں نہ آئی جو انکی شان کے خلاف ہوتی۔ حاضرین پر اس تحمل کا بہت نمایاں اثر ہوتا تھا اور وہ اکثر شہریت میں غرق ہو جاتے تھے۔

(۴) ایک عادت ہمیشہ سے نواب محسن الملک مرحوم میں یہ تھی کہ وہ ہر ایک نئی بات کو قبول کرنے میں اول اول ہچکچاتے تھے۔ تاہم جب ثابت ہو جاتا تھا کہ وہ بات معقول ہے۔ گو کہ اُن کے پرانے خیالات کے خلاف ہے تو بخوشی اس کو قبول کر لیتے تھے اور جب تک کہ اس کے خلاف کوئی بات ثابت نہیں ہوتی تھی اُس کو رد کیا کرتے تھے اور زبان اور قلم سے ہمیشہ اسکی حمایت کرتے تھے اسی عادت اُنکو خیالات کو ترقی دینی تھی اور انکو ان مانعوں کو مٹا کر سید مرحوم کی طبیعت میں جدت تھی وہ جب غور و فکر کرنے کے بعد کوئی ایسی بات اپنے قلم سے لکھتے جو عام لوگوں کے خیالات کے برخلاف ہوتی تھی۔ نواب محسن الملک شد و مد کے ساتھ اُس سے اختلاف کرتے تھے۔

اور تسلیم اور زبان سے اسکے رد کرنے میں کام لیتے تھے۔ مگر جب ان پر اچھی طرح ثابت ہو جاتا کہ سرسید کی رائے نہایت مدلل اور مضبوط ہے تو وہ اس کی مخالفت چھوڑ دیتے تھے اور اسکی حمایت اور مایہد میں ان اور تسلیم کا زور صرف کرنے لگتے تھے۔

دہلی، سرسے دم تک نواب محسن الملک کو وسطاً لودہ کا شوق رہا اور اردو اور عربی کے بہت سے رسالے اور اخبار انکے پاس آیا کرتے تھے اور ان کے اپنے پردہ نہایت سرگرمی کے ساتھ انکے دیکھنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کی کتابوں کا ایک کتب خانہ انکے ساتھ رہتا تھا۔ رات کو بیٹنگ پر لیٹ کر وہ جس کتاب کو چاہتے مطالعہ کرنے لگتے تھے اور قابل یادداشت مقامات کا نشان اس کتاب کو عا شیئے پر کرتے جاتے تھے جب ساری کتاب دیکھ چکے تو کتاب کے اول میں تمام قابل یادداشت مقامات کے عنوان اپنے قلم سے لکھ کر انکے سامنے صفحات کے نمبر لکھ دیا کرتے تھے اس عادت نے انکے معلومات کے دائرہ کو بہت وسیع کر دیا تھا اور باقاعدہ یادداشت لکھنے کے سبب وہ جس بات کو چاہتے بے تکلف اپنی تحریر یا تقریر میں لے آتے تھے۔

(۶) جن لوگوں سے انکی جان پہچان اور ملاقات ہوتی تھی۔ ان کے ساتھ وہ ہمیشہ فیاضانہ سلوک کرتے تھے۔ نہ حکام انکی نسبت سفارش کشین میں دلچسپی کرتے تھے اور نہ بذات خود مدد کرنے میں کوتاہی کرتے تھے حیدر آباد میں سینیکرڈون اڈیون کو جو مختلف قوم اور مذہب کے تھے انھوں نے لو کر رکھوایا اور سینیکرڈون کے ساتھ انکی ذات سے سلوک کیا۔ یہی سبب تھا کہ وہ جب حیدر آباد سے چلنے لگے تو ریوے سٹیشن پر کثرت سے

آدمی آئے تھے جو انکی حدائی کے رنج میں زار زار روتے تھے۔ حالانکہ یہ
نظارہ حیدر آباد سے قطع تعلق کرنے والوں کے رخصت کے وقت کبھی نہیں
دیکھا گیا۔ فیاضی اور سخاوت انکی گھٹی بین پڑی ہوئی تھی اور یہی وہ عمدہ
عادت تھی جس کے سبب بے شمار آدمی انکو دام اخلاق میں ہمیشہ کیلئے اسیر
ہو گئے تھے۔

(۷) اپنے ماتحتوں اور نوکروں کے ساتھ نواب محسن الملک مرحوم کا
برتاوہ ہی تھا جو ماسون رشید کا تھا۔ انکی عفو و کحل کی عادت ذائقے دار
کو کسی قدر شہنشاہ کر دیا تھا۔ اور اکثر اوقات انکی شان کے خلاف گستاخی
کر بیٹھتے تھے۔ مگر ممکن نہ تھا کہ وہ کسی نوکر کو اسکی گستاخی کی سزا دیں۔ یہ ہمیشہ
کے لئے اُس سے ناراض ہو جائیں۔ نوکر انکی عادت سمجھتے تھے۔ اور اس لئے
جب کبھی وہ کسی نوکر پر غصہ ہوتے تو وہ اپنے تین نہایت افسردہ اور مہین
بنالیتا تھا اس حالت میں نواب صاحب مرحوم اس نوکر سے اپنی برتاؤ کی معافی
مانگتے تھے۔ اور بار بار مانگتے تھے۔ جب تک کہ وہ یہ نہ کہہ دے کہ اب میں
آپ سے راضی ہوں۔

(۸) قومی فائدے کے کاموں میں انھوں نے اپنا روپیہ سیدروح
کیا اور ان کو مطلق خیال نہوا کہ اس کا انکے ذاتی اخراجات پر کیا اثر ہوگا
سیدروح نے جب کے درستہ معلوم قیام کیا وہ ہمیشہ بے مانگے اور انکا کو
یہ ایسے روپیہ مدرسہ کی امداد کرتے رہے سیدروح کی قومی نہی
انکی شخصی فیاضی پر بھرتے گئی تھی مگر نواب محسن الملک میں دونوں قسم کی
فیاضی موجود تھی۔

(۹) نواب محسن الملک اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے بھی اچھے

نہ لیتے تھے نہ اس خیال کو اپنے دل میں آنے دیتے تھے وہ نہایت پاکیزہ نفس اور شریف خلعت بزرگ تھے کبھی انکے کسی مخالف یا دشمن کو یہ خیال نہیں آتا تھا کہ وہ اس سے انتقام لینے کے دریغ نہیں۔ سرسید مرحوم اور نواب صاحب مرحوم میں یہ خلعت یکساں درجہ کی تھی۔ دونوں بزرگوں کے داغِ عداوت۔ حسد۔ کینہ۔ اور انتقام کے خیالات سے پاک و صاف رہتے تھے۔

(۱۰) وہ جو کام کرتے تھے اپنا فرض سمجھ کر کرتے تھے اس خیال سے نہیں کرتے تھے کہ کوئی ان سے خوش ہو یا لوگ انکی تعریف کریں اسی لئے وہ ہر کام کو بڑی محنت اور کوشش سے کرتے تھے۔

(۱۱) نواب محسن الملک نے کبھی اپنی تعریف پوشیدہ یا ظاہر اور تحریر یا تقریر میں نہیں کی وہ اپنے تئیں قوی کاموں میں ہمیشہ گنہگار رکھنا چاہتے تھے مگر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ گنہگار رہیں۔

تمام وہ انسان جو دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی خاطر اپنی سہتی کو بھول جاتے ہیں اور اپنی شخصیت کو مٹانے پر کمر بستہ رہتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ انکی ذات گنہگار ہو جائے اور انکا نام و نشان دنیا میں چاند و سورج بن کر نہ چمکے نواب محسن الملک کی اسی بے نام و نمود رہ کر کام کرنے کی عادت نے ان کو دنیا سے اسلام میں سلام کی توفیق دی تھی۔

ابرہیم لنکن کا بچپن

لنکن کے مان باپ

امریکہ کے مشہور ریسیڈنٹ ابرہیم لنکن کے باپ کا نام ٹامس لنکن اور مان کا نام نینسی ٹیکس تھا۔ ابرہیم لنکن کے متعلق جس قدر کہنا کہیں لکھی گئی ہیں اُن سب میں لکھا ہوا ہے کہ ابرہیم لنکن کی مان و ماغی اور اخلاقی قوت میں اپنے شوہر سے کہیں بڑی ہوتی تھی اگرچہ کہ اُسکے جسمانی قوتی کمزور تھے اسکی صحت بھی اچھی نہ تھی اسکے مان باپ اُسکی ہی چھوڑ کر مر گئے تھے اور اسکی پرورش ایک رشتہ دار کی نیاختی سے ہوئی تھی پھر بھی ابرہیم لنکن کی مان نینسی ٹیکس نے اعلیٰ تعلیمی اور اخلاقی قابلیت حاصل کی ابرہیم لنکن اپنی مان کی نسبت ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ میں جو کچھ ہوں اور اس قدر ہونا چاہتا ہوں یہ سب میری قوتِ خصلت مان کا طفیل ہے۔ خدا اس پر رحمت مازل کرے۔ اتنے میں تو اُس کے مان باپ الزبتھ ٹاؤن میں رہا کرتے تھے۔ مگر ابرہیم لنکن کی پیدائش کے قریب الزبتھ ٹاؤن سے چودہ میل کے فاصلہ پر ڈون ماغی مقام کو چلے گئے جہاں ٹامس لنکن کا کہیت تھا اور جہاں بہ نسبت الزبتھ ٹاؤن کے فوج بھی کم ہوتا تھا۔

لنکن کی پیدائش

ہارڈن مین ۱۲۔ فروری ۱۷۸۶ء کو ایک چھوٹے سے ذلیل

مکان کے اندر جو انکھڑ لٹھون کو گارے سے چنگر نایا گیا تھا وہ شخص پیدا ہوا جو ایک روز اضلاع متحدہ امریکہ کی پریسیڈنسی سے مغز عہدہ پر پہنچا۔ اس مکان کا فرض مٹی کا تھا۔ صرف دروازہ اور ایک کھڑکی تھی۔ ایک آتش دان اور ایک دودکش تھا ابراہیم لنکن صرف اضلاع متحدہ کا پریسیڈنٹ تھا۔ بلکہ ایک ملک کا نجات دلانے والا ایک سلطنت کا قائم کرنے والا اور ایک قوم کا بنانے والا تھا۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ یہ بات مشغل سے خیال میں آسکتی تھی کہ ایک ایسے ذلیل مکان میں پیدا ہونے والا بھی ایک ایسے درجہ پر پہنچ سکا جسکے لئے زندہ رہنے اور جینے کے مرجانے کی ہر انسان خواہش کرتا تھا ہے "اسکے والدین نے اس کا نام اسکے دادا کے نام پر ابراہیم لنکن رکھا۔ باوجودیکہ لنکن کا مکان ایسا بد حیثیت تھا۔ مگر وہاں غریبانہ آرام باہمی محبت اور پدرانہ و مادرانہ شفقت کی کمی نہ تھی۔ ابراہیم لنکن کے ماں باپ اور بہن بھائی آپس میں نہایت محبت کیساتھ رہا کرتے تھے۔ اسکی ماں باپ بچوں کی ہر طرح گزرائی کرتے تھے۔ اور انکی آمدہ ترقی کی کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھتے تھے۔

ایک حادثہ

ابراہیم لنکن بچپن ہی سے مضبوط اور تندرست تھا۔ اور ان میں اسکے بے اندیش و کٹھانی سالان تھا۔ جس سے اسکے ہاتھ پاؤں اور زیادہ مضبوط ہوئے اسکے چہرہ ساتھی بھی تھے جنکے ساتھ وہ کھلا کرتا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام اسٹن گولا ہر تھا جو لنکن کو ایک بار ڈھونڈ

سے بچانے کا قصہ بیان کرتا تھا۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ گولاہر اور اسکی ماں تو ان کے دن طامس لنگن کے گھر گئے گولاہر کی ماں تو لنگن کی ماں سے باتوں میں مصروف ہو گئی اور ابراہیم لنگن اور اسٹن گولاہر نے شکار کا مشورہ کیا اور دونوں بنزدوقین بیکرتیر کے شکار کے لئے چلے گئے وہ زمانہ برسات کا تھا اور راستہ میں انھیں ایک چشمہ کو عبور کرنا تھا جو بارش کی وجہ سے بھرا چلا رہا تھا۔ آدمیوں کے آنے جانے کے لئے چشمہ پر ایک لمبا لٹھا ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک بڑا رہتا تھا۔ حیر سے لوگ چشمہ سے پارتے جاتے تھے۔ جب لنگن اور گولاہر اس ننھے برے گزرنے لگے تو گولاہر تو اتڑ گیا مگر لنگن کیا باؤا۔ بھلا اور گولاہر کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ چشمہ میں غوطہ کھانے لگا۔ گولاہر دوڑ کر قریب سے ایک لمبا بانس لے آیا اور کنارہ پر سے اسے لنگن کے پاس پہنچایا لنگن نے جھٹ بانس پکڑ لیا۔ اور اس طرح گولاہر نے اسے کنارہ پر کھینچ لیا۔ مگر کنارہ پر پہنچا لنگن ہوش ہو گیا۔ اگرچہ گولاہر گھر گیا تھا۔ مگر لنگن کو ہلا جا کر اور سینہ وغیرہ کوٹ کر وہ ہوش میں لایا۔ اور جب گد لایا جو لنگن بی گیا تھا۔ اس کے پیٹ میں سے نکل گیا تو وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ مگر اس خوف کے کہ اگر پھیکے کپڑے پہنے گھر پہنچے تو مار پڑے گی دونوں نے کپڑوں کو اتار کر سو کھنے کے لئے پھیلا دیا۔ اور اسٹن انظار میں بہت دیر تک جنگل میں پڑے رہے۔

لنگن کی تسلیم

جب ابراہیم لنگن کچھ کم سات برس کا ہوا تو ایک شخص ذکر یا ربی وہاں آ گیا اور اس نے ایک اسکول کھول دیا ابراہیم لنگن ہی اسٹن کا شاگرد ہو گیا

جس مکان میں مدرسہ کھولا گیا تھا وہ ایک بھونڈا مکان تھا جہاں ہوا کے لئے ایک کھڑکی بھی نہیں تھی۔ فرش کچا تھا۔ استاد خود ہی زمین پر بیٹھا تھا۔ اور اسکے تمام شاگرد ہی زمین پر بیٹھے تھے۔ زکریا بیٹھا لکھتا بھی مولیٰ تھا۔ مگر ابراہیم لکھنے سے پہلے سے اپنی ماں سے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ اور لکھنے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ اور پریسیڈنٹ ہو جانے کے بعد وہ قصبات کرنا تھا کہ ”بچپن میں میری ماں مجھے یا میرے کسی بہن بھائی کو اپنے گھٹنے پر بٹھا لیتی۔ اور کتاب میں سے کوئی قصہ پڑھوایا کرتی یا خود پڑھ کر سنایا کرتی تھی“ لیکن اسکول میں بہت تیر طالب علم سمجھا ماتا تھا۔ وہ لکھنے کا خاص طور پر شوقین تھا۔ کاغذ نہ ملتا یا گھر سے باہر جاتا تو کوئلہ کے کر زمین پر یا رب ہی پر لکھتا غرض کہ یہ نرس جس پر نشان ہو سکتا تھا اسکے لئے کاغذ تھی۔ اصل یہ ہے کہ اُس زمانہ میں کاغذ اتنا افراط سے بھی نہ تھا جیسا کہ اب۔ ایک اور ذریعہ جس سے لکھنے کی تعلیم کو فائدہ پہنچا یہ تھا کہ جو یادری صاف آتے اور وعظ کہتے تھے انکی تقریریں لکھنے پر غور تو جہ سے سنا رہا تھا۔ اور اگرچہ ان سے لکھنے کو علمی فائدہ بہت مہینچا۔ مگر علم جلسوں میں تقریر کرنے کا شوق اسی سے پیدا ہوا۔ جب لکھنے کی واعظ کا وعظ سن لیتا تو اسکول آکر اپنے ساتھیوں کو اپنے گرد جمع کر کے واعظ کی نقل کیا کرتا تھا۔ لیکن جو کچھ پڑھ لیتا تھا اُسے بھولتا تھا بلکہ ہمیشہ اُسہیں اُضاہ کرتا تھا۔ اور کوئی نہ کوئی کتاب ہمیشہ اسکے مطالعہ میں رہتی تھی۔

نقل مکان

ابراہیم لیکن آٹھ سال کا تھا کہ اسکے والدین انزبجہ ٹاؤن سے انڈیا

باتا اور امین عملی حصہ لیتا تھا۔ مگر شکار کا اس سے مطلب شوق نہ تھا اس کو اسپر
نے اور سننے کا نہایت شوق تھا اور عدالتوں میں جا کر وکیلوں کی تقریریں سن
تا تھا۔ وہ تمباکو اور فرسٹ کلاس کی چیزوں سے سخت نفرت رکھتا تھا۔ ابراہیم لنگن کا
خط بہت اچھا تھا ایک بار ایک لڑکے نے ابراہیم لنگن کا خط دیکھ کر فرمائش کی کہ
کچھ لکھ دیجئے تاکہ میں اس کی مشق کر دوں ابراہیم نے یہ شعر لکھ دیا۔

Good boys who to their books apply
will all be great men by and by.

اس شعر کا ترجمہ یہ ہے۔

کتابوں میں جو مشرق پڑھیں رات دن

ہیں گے بڑے بن کے وہ ایک دن

ابراہیم لنگن نے ۱۲۔ اپریل ۱۸۶۵ء کو فورڈر تھیٹر واشنگٹن میں ایک لیکچر
کے باعث سے زخمی ہو کر ۱۵۔ اپریل کو انتقال کیا۔

ابراہیم لنگن کی زندگی تمام بڑے بڑے ادیبوں کی زندگی کی طرح مثلی کتابوں
کے ہے۔ جنکے درقون سے ہم یہ سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ ہماری زندگی میں
جس قسم کے موتے ہیں حاصل ہوں ہم ان کا بہترین استعمال کریں اور
اس بات کا یقین رکھیں کہ معینہ اور کامیاب زندگی کے راستے میں جتنی تک
وہ ایک غلطی ہو تو اس میں ہم محنت اور استقلال کے ذریعہ سے عبور کر سکتے ہیں



طبعی واد

(جو دہانی ازمن کا موجود تھا)

مشرحینِ دلائل کی سوانح عمری سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک بچے کے خیالات سے ایسے ایسے نتیجے نکلتے ہیں جو دنیا کے لئے بہت ہی کارآمد ہوتے ہیں کہتے ہیں اور غالباً یہ صحیح ہے) کہ روزمرہ لکھوئے چھوٹے واقعات جو رکاب پھینکے ہیں وہ اعلیٰ سطح کے دل پر اثر ڈالتا تھا اس چیز کے جاننے پر طالب علم نے اور آفریں مکمل کرنے کی خواہش ہوئی جو اپنی ضرورت اور سماج کی وسیع و خالی طاقت کی سیاق میں بھی جاسکتی ہے اسکی نسبت یونان لکھا ہوا ہے کہ قدرتی طور پر اس کا میلان خاطر یہ تھا کہ وہ پیش آنے والی باتوں پر غور کیا کرتا تھا جس سے کم سمجھ دیکھنے والوں کو وہ گنجل معلوم پڑتا تھا۔ مگر خوش قسمت تھی سے اس کا باپ عقل مند تھا اور اسکو اپنے بیٹے کی ترقی کن قابلیتوں سے بڑی بڑی امیدیں تھیں دور کے یا کم سمجھ شدہ داروں کو ایسی امیدیں نہ تھیں اب ان اس لڑکے کی بھوپنی سنر میورٹیڈ صاحبہ نے اُنکی طہرامردہ ولی اور کاملی پر بحث ست کہا اور اسکو کتاب کے فائدہ اٹھانے کی ہدایت کی اسنے یہ بھی کہا کہ ایک گھنٹہ سے زیادہ ہو چکا اور تم نے زبان سے ایک لفظ بھی نہ کہا تمکو معلوم ہے کہ تم اتنی دیر کیا کرتے رہے؟ تم چادر کی دیگچی کا ڈھکن الٹا کر اور رختے رہے ہو۔ تم بھاپ کے اوپر چیخے اور طشت تریان اور محبے درستے رہے ہو۔ اور بھاپ سے جو قطرے اُن پر پڑ گئے انکو کپڑے کی کوتاہی سے

نامی اسپنسر کوٹھی کے مقام جنٹر ٹول کو چلے گئے اور وہاں جا کر ایک سنسان
 بے ہر جگہ آباد ہوئے ایک چھوٹا سا مکان بنایا جو ایک طرف سے بالکل کھلا ہوا تھا۔
 اس طرف بالٹون پکھالیں بنان کر ہو لچاؤ کر لیا گیا تھا۔ پھر بھی ہوا اور بارش
 کی پوری روک نہیں ہوتی تھی یہاں لنکن کو مکان وغیرہ درست کرنے کے لئے
 لکڑیاں بہت گامنی ٹیڑھی تھیں۔ اور اس وجہ سے ہر وقت اسکے ہاتھ میں گکٹری
 لگی رہتی تھی۔ اس طرح سال بھر بعد ملاسن لنکن اور ابراہیم لنکن نے ذرا زیادہ
 آرام کا مکان بنالیا۔ اس مکان میں جو کمرہ لنکن کے سونے کا تھا اس میں کچھ
 پتوں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ لنکن کی عمر اس وقت اگرچہ صرف نو سال کی تھی۔
 مگر درخت کا ٹنڈ مکان بنانے میں جو تینے غرض ہر کام میں وہ اپنے باپ کو
 مدد دیتا تھا۔

حلیہ

ابراہیم لنکن بچپن میں اپنی عمر کے لحاظ سے بہت لمبا اور مضبوط تھا اور اس کے
 طاس لنکن اس سے بخوبی مدد لے سکتا تھا۔ چہ وہ مہر لنکن کا کچھ دلکش تھا
 بڑھقا بہت جلد جلد تھا۔ اس کی ٹانگیں جسم کی مناسبت سے زیادہ لمبی تھیں
 وہ اپنی ماں کی بنائی ہوئی سوکاسن (سمردار جوتہ) پہنے رہتا تھا۔ شکاریں پہنتے
 کئے اس نے ہرن کی کھال کا کوٹ پتلون بنا رکھا تھا۔

سو تیلی ماں

جب ابراہیم لنکن دس سال کا ہوا تو اس کی ماں کا انتقال ہو گیا سال بھر
 کے اندر طاس لنکن نے دوسری شادی کی۔ طاس لنکن کی یہ بیوی جو
 تھی اور تین بچے پہلے شوہر سے تھے جو اپنی ماں کے ساتھ آئے جب

کی سرنلکن گھر آئی تو خاندان کی ذرا آرام سے بسر ہونے لگی۔ کیونکہ وہ اپنے ساتھ گھر گزرتی کے سامان کی ایک کافی مقدار لائی تھی۔ اور ہر طرح کفایت شعار سلیقہ مند اور متنتی تھی اور برابر اہم نلکن اسکی بہن کو اپنی ہی چون کے برابر سار کرتی تھی۔

محنت مزدوری اور لوگوں کی خدمت

جس روز گھر میں کچھ کام نہ ہوتا تھا تو ابراہیم نلکن اور لوگوں کی محنت مزدوری کرنے چلا جاتا تھا اور اُس سے اتنا کمالات تھا کہ گھر کا ایک روز کا خرچ بخوبی چل جاتا تھا۔ نلکن ٹیڑھیوں کی بڑی خدمت کیا کرتا تھا جس سے ہر شخص اُس سے محبت کرتا تھا۔ کچھ نہ ہوتا تو قصہ ہی سننا سننا لوگوں کے دل بھلایا کرتا تھا

مطالعہ کا شوق

ایسی ہر دنیوں کے باوجود نلکن بڑھنے کے لئے وقت نکالا کرتا تھا کتاب میں جوتا سے پسند آجاتی اُسکو وہ کاغذ اور اگر کاغذ نہ ملتا تو لکڑی کے تختہ ہی پر لکھ لیتا اور اُسے حفظ یاد کر لیتا تھا جو وہ سال کی عمر میں نلکن پھر مدرسہ میں داخل ہوا مگر تھوڑی ہی مدت کے لئے کہتے ہیں کہ پچاس پچاس میل کے دور میں جتنی کتابیں پڑھیں وہ اُس نے سب پڑھی تھیں، ۱۱ سال کی عمر میں وہ ایک باہر اسکول میں بھیجا مگر سال بھر کے بعد پھر اٹھ گیا۔ ابراہیم نلکن جو کچھ پڑھتا تھا اُس کی تہنات کو پہنچایا جاتا تھا۔ اور اُس نے تھوڑے دن ہی اسکول میں رہا اسکے لئے فائدہ مند ہی ہوتا تھا۔

متفرد حالات

ابراہیم نلکن ٹیڑھوں میں جتنے تماشے کھیل ہوتے تھے انہیں دیکھنے

رہے ہو۔ کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ تم اپنا وقت اس طرح ضائع کرتے ہو "نہیں میور ہڈی نادانفت تھی کہ یہ اس ایجاد کی بڑی ترقی میں پہلا تجربہ تھا جس سے اُسکے بھائی کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا اس نے اُس وقت جیسا کہ اب ہم سمجھتے ہیں یہیں سمجھا تھا کہ جو ٹائمر کا جو چار کی دیگھی سے کھیل ہاتھ ایک بڑا انجینئر بنے گا اور یہ اسکی ان ایجادوں کی شروعات تھی جس سے انسان کو ایسے بڑے فائدے ہوں گے۔

واٹ ملک اسکاٹ لینڈ کے مقام گریونک میں ۱۹ جنوری ۱۷۳۶ء کو پیدا ہوا تھا اس کا باپ اس شہر میں سوداگر اور میٹر پیٹ تھا۔ واٹ گریونک کے مدرسہ میں گیا مگر چونکہ وہ کمزور تھا اس کے والدین اس کے باقاعدہ طالب علمی پر مصرتہ ہوتے تھے مگر واٹ اب اسے وقوف نہ تھا کہ وہ ان کھنڈوں کو جو درمیان صرف نہ ہوتے تھے ضائع کرتا۔ وہ گھر پر بڑی محنت سے مطالعہ کیا کرتا تھا کہ اسکی کمزوری سے اسکی تعلیم میں ہرج واقع نہ ہو۔ ڈاکٹر لارڈز صاحب فرماتے ہیں کہ "اس کے باپ نے اپنے بیٹے کا میلان خاطر دیکھ کر ایک مجموعہ اوزاروں کا اسکو دیا کہ وہ ان سے کام لے۔ ان کو اس نے بڑی عمدگی سے استعمال کرنا سیکھ لیا۔ بچوں کے کھلونے جو اسکو ملجاتے تھے وہ انکو مٹکڑے صلحہ کیا کرتا تھا۔ اور ان کو جوڑا کرتا تھا اور نئے کھلونے بھی بنایا کرتا تھا۔ آخر اس نے اپنے اوزاروں سے برقی کل بنائی اور اس سے جو چمکاریاں نکلتی تھیں وہ اس غریب بچے کیساتھ جھیلنے والوں کو کہنے لگی کہ بڑا پورہ پھین ۴

جب واٹ اٹھارہ سال کا ہوا تو وہ لندن بھی گیا کہ ایک علم ریاضی کے آلات بنانے والے کی شاگردی کرے۔ مگر ایک

ہی سال کے اندر اس کی صحت نے اس کو اسکاٹ لینڈ واپس آنے کو مجبور کیا۔
 اور اس نے اس پیشہ میں اور زیادہ تعلیم بخین پائی۔ تاہم اس سے کلاسکو
 میں رہنے کیلئے کہا گیا۔ اور تھوڑے ہی دن بعد ^{۱۸۷۱ء} ~~۱۸۷۰ء~~ میں وہ کلاسکو
 یونیورسٹی میں علم ریاضی کے آلات بندنے والے کی آسامی پر مقرر کیا گیا۔ یہاں
 سب مشاہیر کی صحبت میں خوش رہتا تھا۔ اور اسکی دوکان پر دفیورن اور
 طالب علموں کا مرج بگنی تھی۔ طلباء میں سے ایک مسٹر اہنسن تھا یہ بڑا
 تھا اور بعد میں ڈاکٹر اہنسن مشہور ہوا۔ اور اسکو ہی واٹ صاحب کے دغانی
 خیالات کا تحت بہ کرنا تھا۔ اس جنگلیں واٹ صاحب کی سوانح عمری کے
 دیباچہ میں یون لکھا ہے کہ ”میں نے واٹ صاحب کو کارگیر دیکھا اور اسکی
 بڑھنے کی امید نہ کی۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ وہ مثل میرے ایک نوجوان
 فیلسوف کے اور اس میں اسنے ہمیشہ مجھے تعلیم دی۔ مجھے اس بات کا
 فخر تھا کہ میں فلسفہ میں جبکا مطالعہ مجھے نہایت دل پسند تھا بہت قابل ہون
 مگر مجھے یہ معلوم کر کے بڑی حیرت ہوئی کہ مسٹر واٹ اس میں مجھے ہی زیادہ
 قابل ہے۔ جب کبھی نوجوان طالب علموں کو کوئی دقت پیش آتی تو ہم سب
 مسٹر واٹ کے پاس جاتے۔ اسکو صرف طیار ہونے کی ضرورت ہوتی تھی
 کیونکہ وہ ہر بات کو اس طرح کیا کرتا کہ گویا کسی سی اور مشکل کتاب کا شروع
 سے مطالعہ کر رہا ہو اور ہم کو معلوم ہوا کہ وہ اسکو اس وقت چھوڑتا تھا
 جب اس کا نتیجہ یا مطلب ^{۱۸۷۳ء} ~~۱۸۷۲ء~~ نکال لیتا تھا یا اس میں کچھ نہ کچھ
 مطلب پیدا کر لیتا تھا۔

مگر واٹ صاحب کو ملازمت بہت سود مند نہ تھی اس نے اس کو
 ۱۸۷۳ء میں ترک کر دیا اور خنبرل بکنیر کا پیشہ اختیار کیا اس نے کام میں اسکو

بہت کامیابی ہوئی۔ لیکن اپنی تمام کامیابیوں میں وہ ایک مدعا پر چپا کام کر رہا تھا۔ جو اسکے خیالات کے واسطے نمایاں تھا۔ اسکے دوست مسٹر اربیس کے خیالات نے اس سے کچھ پہلے اس کا خیال بار بار اس طرف پھیرا کہ بھاپ کو علم ہندسہ کی دیکل کی طرح پیچھے دار گاڑیوں کے چلانے میں استعمال کیا جائے۔ شاید ہمارے بعض ناظرین واقف ہونگے کہ بھاپ کی طافت اور اس کا علم ریاضی کے کاموں میں استعمال کیا جانا بہت پہلے معلوم ہو چکا تھا۔ ۱۶۹۷ء میں کیٹان نامن سیوزی نے کانون میں جمع شدہ پانی کو باہر نکلانے کے لئے ایک ذخانی کل ایجاد کی۔

جب مسٹر واٹ ایک مضمون پر غور کر رہا تھا ایک چوٹا سا نمونہ سینو کوئس صاحب کے آجین کا جو کہ گلاسگو کالج میں استعمال کیا جاتا تھا لکھ گیا اسکے پاس رست کے لئے بھیجا گیا اس نے بہت جلد اس آجین کے قسم ریاضی کے متعلق نقایص کو معلوم کر لیا اور پھر پہلے سے زیادہ محنت کے ساتھ کام کرنے لگا۔ لیکن کیا ہمارے ناظرین ذخانی جہاز کے اصول سے واقف ہیں ہم اس کو مختصر الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کریں گے اول سنو یہ بات ہوئی ہے کہ ایک پائٹ (قریب آدھ سیر کے) پانی حرارت سے کھول کر دو سولہ سولہ گیلن اسٹیم بھاپ بن جاتا ہے اسلئے اتنی بھاپ کی جتنی ایک گیلن کے برتن میں آسکتی ہے۔ سردی کے زور یا استعمال سے ایک پائٹ پانی کے دو سو سو لہوین حصہ میں تفریق ہو سکتا ہے آداب ہم اپنے دوست کے پاپ گن کو بطور مثال لیں۔ آدم پاپ گن کی تہیف کریں اور نامی کو بلین پمپیں اور دستہ کو گز یا ڈنڈا سمجھیں۔ خرمن کو ڈنڈہ ذرا سی بھاپ بلین کی تلی یا پاپ گن میں چھوڑ دو اور دستہ کو ڈنڈے کو

اس میں رہنے دو اور بھاپ بڑھتی ہے اور دستہ ایسر جاتا ہے اب سر
پہنچانے سے بھاپ پانی کے چوٹے چوٹے قطرے ہو جاتی ہے اور دستہ
بڑی تیزی اور بجاری میں سے نیچے گر جاتا ہے کیونکہ بھاپ کے ہوا بند
ہو جاتی ہے اس میں اس کے مقابلہ کرنے کی بھی طاقت نہیں رہتی پس
اوپر اور نیچے والی حرکت کو جس قدر تم چاہو کر سکتے ہو۔ روڈ۔ (چھڑی
یا ڈنڈے) اور کریک (موڑ یا سج) کے زور سے اس اوپر نیچے والی
حرکت کے سبب پیسہ یا ڈنڈا دستیغے دستہ آسانی سے گھوم سکتا ہے
اور دفانی کل کا یہی اصول ہے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ جب نیو کو س صاحب کے انجن کے
بیلن میں بھاپ پوری ہو تی تھی اور جب ڈنڈا یا دستہ اوپر کو اٹھا ہوا ہوتا
تھا تو کچھ سرد پانی بیلن میں چلا جاتا تھا اور دراصل بھاپ منجمد ہو جاتی
تھی اور ڈنڈا یا دستہ نیچے گر جاتا تھا۔ مگر اس میں یہ نقصان ہوتا تھا
کہ سرد پانی نہ صرف بھاپ بلکہ بیلن کو بھی ٹھنڈا کر دیتا تھا۔ نتیجہ یہ
نکلا کہ برتن کو بھی پھر گرم کرنا پڑتا تھا قبل اسکے کہ بھاپ بحیثیت بھاپ
اس میں باقی رہ جائے واٹ صاحب نے دیکھا کہ جتنی لکڑی جلنی چاہیے
تھی اسکی چوگنی صرف ہوتی تھی۔ یا یوں کہئے کہ کچھ حصہ لکڑی کا بیلن کو
ہر مرتبہ پانی سے ٹھنڈا کر دینے کے بعد گرم کرنے میں ضایع ہو جاتا تھا
واٹ صاحب نے بڑی غور و فکر سے اس نقص کو دور کیا اس کی
سمجھ میں یوں آیا کہ انجن کے واسطے بھاپ دستہ کو اٹھا کر نکالی جائے
اس لئے اس نے بیلن کے پاس ایک کنڈنسر (دو برتن جس کی
سے انجن کا کام چلے) لگایا جس میں استعمال شدہ بھاپ فوراً بجلی

جاتی تھی۔ اور دستہ بدستور سابق نیچے گر جاتا تھا۔ اس طرح بیلین پر متواتر لگم
رتتا اور اس سے معلوم ہوا جس قدر بھاپ بیلین کو بھرنے کے لئے درکار ہوتی
تھی وہ صرف ایک چوتھائی لکڑی سے بن جاتی تھی۔

سٹر جیس واٹ نے پہلے بڑی ترقی یا اصلاح کی۔ اس کے بعد دوسرے
کا نمبر کیا اسکی سمجھ میں آیا کہ اگر بھاپ کے بیلین کی تلی میں داخل ہونے سے دستہ اپور
کو اٹھ جاتا ہے تو اس کی چوٹی یا اوپر کے حصہ میں داخل ہونے سے بھاپ
اس کے کہ دستہ نیچے کو گرایا جائے نیچے کی طرف چلا جائیگا ایسا کرنے کے لئے انجن کی
طاقت قریب دو گنی تھے ہو جاتی تھی۔ اور کام بہت ناقاعدہ ہو گا یہ نہایت ضروری
کام جب ایک دفعہ سمجھ میں آ گیا تو بہت جلد انجام کو پہنچ گیا بائیکلر میں سے
ایک نل بیلین کی چوٹی میں بھاپ لیجانے کے لئے لگا دو۔ اور ایک اور نل اس
میں سے کنڈیت کی طرف بھاپ کو منجھ کرنے کے لئے اُن سے اُس کو مکمل
اور کد آمد حکمت اور ایجادوں سے راستہ کر دیا یہ ایجادیں دھاتی کل کے
اس حصہ میں ہوئیں جس کو گورز کہتے ہیں۔ وہ ایک گردش کرنے والا ہے
اور اسکی چوٹی پر سے دو شاخیں شکل انگریزی حروف اے (A)
یا کھلے ہوئے جمنے کی آتی ہیں جسکے دونوں سروں پر دو پیش کی گینڈی لگائی
ہیں یہ اس طرح پر وضع کیا گیا ہے کہ حقہ تیز بخن یا کل خلیگی اسی قدر دونوں
گوٹے ایک دوسرے سے دور رہیں گے ورنہ پاس پاس۔ تاکہ انجن یا کل
چلانے والا درقت ایک نگاہ ڈال کر دیکھ سکتا ہے کہ انجن یا کل زیادہ تیز
جاری یا زیادہ آستہ۔ لیکن واٹ صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔
اس نے چاہا کہ خود انجن اپنا کام کرے اور خود اپنا گورز ہو اور اسے یہ بات
زیادہ کی کہ چونکہ انجن کی تیز رفتاری کے سبب یہ دونوں گوٹے ایک

دوسرے سے دور رہتے ہیں وہ ایک چھڑی یا ڈنڈے سے ملا دے جائیں
 تاکہ بیلین میں تھوڑی سی بھاپ جانے سے رک جائے اور اس طرح
 انجن کا فصل کم ہو جائے یعنی ضروری اندازہ کے موافق ہو جائے۔

پھر واٹ صاحب نے بوسیلر میں ایک معقول ذخیرہ پانی کا جمع

کیا۔ جب پانی صرف ہو جاتا ہے تو یہ گہرائی نیچے اسکی سطح میں چلی جاتی ہے
 اور جب وہ ایک خاص گہرائی پر پہنچ جاتی ہے تو ایک ڈھلن کھل جاتا ہے
 اور زیادہ پانی اسکے اندر آ جاتا ہے اور اسی طرح اس نے اس کے تمام
 حصوں میں اصلاح کی واٹ صاحب کو معلوم ہوا کہ دفانی کل ایک بھٹی شکل
 کی شین ہے جتنی لکڑی سیج ہونی چاہئے اس سے چار گنی خرچ ہوتی
 ہے کام اچھا نہیں دیتی اور کل دنیا میں سو اے پانی نکالنے کے اور کسی کام میں
 نہیں آتی لڑا اس نے اس کو انسانی عقل کی بہت عمدہ مثال بنا کر چھوڑا
 جو بہت ہی سستی۔ بہت طاقتور اور بہت حکمی کام کرنے والی ہے۔

جب وہ اسکو نارہا تھا وہ جانتا تھا کہ کب وہ تیز چل سکتی ہے۔ اور کب
 آہستہ۔ اور ایسا کیا کہ وہ دونوں باتوں کا خود علاج کر سکے وہ

اینا پانی خود نکالے اور پانی کا ذخیرہ درست رکھے۔ وہ جتنی بھاپ درکار ہے
 اس سے زیادہ نہ لے وہ جتنی لکڑی آگ میں جلتی ہے اس کا بھی نظام
 کرے وہ اپنے ڈھکنوں کو بڑی درستی سے بند کرے اور کھولے۔ اگر ہوا

کسی ایسے مقام میں داخل ہو جائے جہاں اسکی ضرورت نہ ہو تو وہ اسکو نکال دے
 اور جب آئین کو کسی ایسی خبر ملی واقع ہو جائے جس کا وہ خود علاج یا
 اصلاح نہ کر سکے تو وہ ایک گفتنی بجا کر اس سے خادموں کو مطلع کر دے
 اور قبول ڈاکٹر انٹ صاحب باوجود اس چھ سو گھڑوں کی طاقت کے

کے ساتھ کام کرنے کے اسکو ایک بچہ چلا سکتا ہے اسکی غذا کو ملے۔ لکڑیاں یا درجلنی والی چیزیں ہیں۔ جب بیکار کھڑی رہتی ہے کچھ بھی نہیں کھاتی۔ وہ نہ تو ٹھکتی ہے اور نہ اسکو کبھی سونے کی ضرورت ہوتی ہے جب وہ اچھی طرح بنی ہوئی یا درست ہوتی ہے بیمار نہیں ہوتی۔ لیکن وہ جب عمر رسیدہ ہو کر یا کام کرتے کرتے ٹھکت جاتی ہے تو کام کرنے سے انکار کر دیتی ہے وہ ہر موسم میں کام دے سکتی ہے اور ہر قسم کا کام کر سکتی ہے۔ وہ پانی نکالنے کان کھودنے۔ سلانی۔ روئی کاتنے۔ جولاہے۔ چکی والے۔ چھانے والے خرا دی۔ اور لوہار کا۔ لقصہ یہ کہ ادھر بچا سون کا فے نکلتی ہے جن میں ایک کام سوزن کاری کا ہے وہ کھود سکتی اور ڈھاتوں کے ڈھیلوں کو برم کھڑا توڑیا پس سکتی ہے۔ اور بلاتوڑے ہوئے لکڑی کے جالے کی مانند باریکٹ نکال سکتی۔ اور لڑائی کے جہاز کو کھلونے کی طرح موایں اٹھا سکتی ہے وہ چھینٹیں جھپا سکتی۔ یا ملل پر ڈوری لگا سکتی۔ لنگر بنا سکتی۔ اور نولاد کے کاٹ کاٹ کر ٹکرے کر سکتی اور آبدی اور پانی کے طوفان کے خلاف بھرے ہوئے جھاز دن کو چلاتی ہے اور ایک ذخانی گھوڑے کی حیثیت سے سینکڑوں ٹن وزنی سوداگری کا اسباب یا سپاہیوں کی فوج لیکر تیز سے تیز ہرن سے ہی زیادہ دوڑ سکتی ہے۔

مسٹر واٹ ایسا آدمی تھا جس نے دخانی کل کو ان کاموں کے کرنے کے قابل بنادیا اور اس ان کی نسل کیسا تھا ایسا بڑا سلوک کیا جو بڑے بڑے بادشاہ نے بھی کبھی نہ کیا ہو گا افلاس کی وجہ سے اسکو اپنی ایجادوں کو رواج دینے میں دقت پیش آئی۔ لیکن مسٹر ولش نے اسکو اور انجینیر کے ساتھ شرکت کرنے سے اسکے ہاتھ ایک ذریعہ لک گیا اور

جلد دونوں شخص دولت مند ہو گئے۔ اول انھوں نے کان والے کے لئے ایک انجن بنایا اور لکڑی کی بچٹ کی ایک تھالی اس کا سودا کر دیا۔ اب یہ بچٹ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کل کا سہم تھا۔ اور اس سے اچھی آمدنی ہوئی۔ جس کا یہ ثبوت ہے کہ کار تو ال کی جیسے دائرہ منس (دکان کا نام ہے) میں سٹرواٹ اور سٹروولٹن کے تین انجن کام کرتے تھے ان پر سے جتنی بھی ہموئی لکڑی ان موجودوں کے حصہ میں آئی اس کی آمدنی فی انجن حساب ۱۰۰ یونڈ سالانہ تھے اس غرض کی واسطے کہ کوئی جھگڑا اس سے نہ کا نہ ہو۔ کہ وائٹ صاحب کے انجن میں کتنی لکڑی صرف ہوئی اس سے ایک سالہ بنایا جو ہر ایک ہنڈرویت کو ملے کہ جو آگ میں ڈالاجاتا تھا۔ لکھ لیتا تھا۔

باوجودیکہ سٹرواٹ کی تندرستی اس لئے درجہ کی نہ تھی وہ بہت دن زندہ رہا اس کو اپنی لیاقت کا اور محنت کا پھیل مل گیا۔ دولت بھی ملی عزت بھی ملی۔ وہ چورای برس کا ہو کر آٹھ مین مرا۔ اگرچہ وہ خاص کر بڑا محبوبی انجینئر تھا۔ مگر اور بہت سے علوم میں بھی طاق تھا۔ اس کے پاس مختلف علوم کا بڑا ذخیرہ تھا۔ اس نے بڑے شوق سے حالات سلف کی بہت سی شاخوں۔ فلسفہ۔ عفتی۔ علم ادویہ۔ علم صرف کو سیکھا تھا۔ اور حسن عبارت علم موسیقی۔ اور قانون میں بھی کمال رکھتا تھا۔ وہ زمانہ حال کی بہت سی زبانوں سے خوب واقف تھا۔ اور بہت سے فلسفیوں اور شاعروں کی خاص اور صاف پر گھنٹوں عالماء تفریر کر سکتا تھا۔

والی کاؤنٹ فروٹینیڈ ڈی لیسیس اور نہر سوز

فروٹینیڈ ڈی لیسیس ۱۹۔ نومبر ۱۸۵۷ء کو بقیام درسیلین (فرانس) پیدا ہوا ہر چند کہ وہ پیشہ کا انجینئر تھا مگر وہ بہت سے یورپین اور مشرقی ممالک میں قونصل کے منصب پر مامور رہا۔ لیکن خاکناے سوز میں ہرگز ایک نہر نکالنے کی کئی تجویز اور اس تجویز کی کامیابی کے ساتھ کمپلی اسٹس کی خاص شہرت کا موجب ہوئی۔ جب ۱۸۵۷ء میں وہ مصر میں اپنے سابق شاگرد خدیو سعید پادشاہ سے ملنے گیا تو اس نے اس سے اپنی تجویز بیان کی اور سعید پادشاہ نے یہ دیکھ کر تجویز مفید ہے۔ یم۔ ڈی۔ لیسیس سے کہا کہ اسکے متعلق مفصل کیفیت تیار کرے۔ چنانچہ اس تجویز عین کیا گیا۔ اور تجویز کو مکمل کرنے کے لئے ایک کمپنی بنائی گئی۔ اندازہ کیا گیا تھا کہ یہ نہر ۱۸۵۹ء میں بالکل مکمل ہو جائے گی۔ اور اس میں ۶ لاکھ پونڈ خرچ ہوئے گا۔ لیکن دراصل نہر کا ۱۸۶۲ء میں افتتاح ہوا۔ اور اس پر کل لاگت ۱۶ لاکھ پونڈ آئی۔

نہر کی کھدوائی و فیرو گئے نے شیما آرمیوں کی ضرورت پڑی۔ اور عرب۔ حبشی۔ اہل سلیسہ اور یونانی خف کے کاموں پر لگائے گئے اور دفعتی جال اور دیگر طاقات کی بڑی کلون سے کام لیا گیا۔ نہر کے بہت سے حصے تو آسانی سے ساتھ بن گئے۔ لیکن بعض مقامات پر کھدائی کے کام میں بہت زیادہ محنت کرنی پڑی۔ چنانچہ ایک جگہ مزدور دن کو ایک راستہ ۹ فٹ گہرا۔ اور ۲۰ فٹ چوڑا کھدوا کر پانی کی پٹیاں زمین سے ہو کر نکالنا پڑا۔

نہر کا طول کوئی ۱۰ میل ہے۔ اور بندر سعید اس نہر میں بحرِ روم میں سے داخل ہونے کے لئے دروازہ قرار دیا گیا۔ کیونکہ دہانِ قریب ساحل کی نسبت یانی زیادہ گہرا ہے۔ بندر سعید اس وقت جو ایک نہایت بارز و قہر اور غلبہ لاشان بندر سے نہرِ بوز کے کھلنے کے بعد ایک چھوٹا سا گاؤں آباد ہوا تھا۔ یہ شہر ان تنگ خانِ دن میں سے ایک پر واقع ہے جو حیلِ امن لکھنؤ کو سمندر سے جدا کرتی ہے۔ اس کا آباد کرنا بھی ۱۸۶۹ء میں شہر کے ساتھ ساتھ شروع کیا گیا تھا۔

پورٹ سعید میں ایک سدر گاہ ذرا باہر کھڑی ہے جو بے دھڑکی بند و انیر بنا گیا۔ جو سمندریں ذرا دور تک گھٹتے چلے گئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے سرے پر ایک لاسٹ ہوس (روشنی کی مینار) ہے۔ اندرونی بندر گاہ کے دروازے کے نزدیک ایک اور بلند لاسٹ ہوس ہے جو کنکریٹ اور لوہے سے بنایا گیا ہے اس جگہ ایک بڑی اور زبردست تیز روشنی محو ذرا ہوتی ہے۔

پورٹ سعید میں مکانات مصر کی طرز کے ہیں جن کی تختیں دھواں ان میں ان میں سے بعض لکڑی کے جھونپڑے ہیں جو ان چیزوں سے بنا کے تھے جو سنہ ۱۸۶۹ء سے لائی گئی تھیں۔ باقی مکانات پختہ اینٹ کے ہیں۔

آبادی مختلف اقوام کی ہے۔ اور شہر کا نام سعید یا ستاہ تھا دایرے کے نام پر۔ جنھوں نے نہرِ سبز کا کھدوانا منظور کیا تھا۔ ۱۰۔ نومبر ۱۸۶۹ء کو نہر کا باقاعدہ عودِ رستہ تاج کیا گیا۔ پورٹ سعید میں ایک عظیم جشن منایا گیا۔ جس میں کئی اور مین

بادشاہوں کے عزیز اور یورپ کے مشہور استخفا میں مل
ہوے اور جہازوں کے ایک عالیشان بیڑے کا جلوہ جس
میں ۲۰ جہاز تھے اسماعیلیہ کی طرف روانہ ہوا۔

میشن کے چند ہی دن بعد ایم۔ ڈی لیسلیس میڈم ادنی
کے ساتھ شادی کی۔ ڈی لیسلیس کو بہت سے تمغے اور خطاب دیے
گئے۔ مہر سونے کے افتتاح کے بعد ڈی لیسلیس نے خانے
باناسہ کو جو شمالی اور جنوبی امریکہ کو ملاتی ہے کاٹ کر ایک ہرن کا لے کا
کا کام شروع کیا۔ مگر یہ کام بہت ہی زیادہ مشکل تھا کیونکہ خانے
باناسہ بالکل چٹائی اور ٹھوس زمین ہے اس کے علاوہ کچھ اور بھی بد
انٹرف ایان ہونگن۔ جن میں ایم۔ ڈی۔ لیسلیس کی بہت بڑی ہوتی۔
بلکہ وہ قید بھی ہو گیا۔ اور وہ عالم پیری میں نہایت دل شکستہ ہو کر
لہرا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسے جو کامیابی نہر سونے کے کھود زمین
موتی ہے وہ بجائے خود اتنی عظیم الشان اور اتنی عجیب ہے کہ دنیا میں
نکت اس کا نام عزت سے لیا کرے گی۔ اور اس نے ہمیشہ کے لئے
دنیا کے نامور لوگوں کی فہرست میں اپنا نام بہت بلند حکم پر
لفظوں میں لکھوا دیا۔

جو لوگ ہندوستان سے یورپ کو جاتے ہیں اور یورپ سے
ہندوستان کو آتے ہیں وہ اس عظیم الشان روئین سے کو
نایت تعجب سے دیکھتے ہیں۔ جو یورپ سے سید میں عین سمندر کے کنارے
ایک بلند ستون پر نہایت شان و شوکت سے کھڑا ہوا ناماوض سمندر کی ان
لہروں کو حقارت کی نظر سے دیکھ رہا ہے جو شب و روز اس کے پاؤں میں

لوٹ لوٹ کر شور مچاتی رہتی ہیں

گواہ پر پھنسے ہوئے کے کچھ مختصر حالات لکھے گئے ہیں لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ پہلے نہرو سوز کے کھودنے کا خیال کس کو آیا۔ اور آج سے کتنی مدت پہلے آیا۔ میان عبد الحمید صاحب طالب علم کیرجہ یونیورسٹی انگلستان نے اپنے سفر انگلستان کے حالات جو انجکل پیسہ اخبار میں چھپوائے ہیں ان میں انھوں نے نہرو سوز کے قریب زمانہ کی تعمیر کے متعلق کچھ دلچسپ حالات لکھے ہیں جو یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

بحمدہ قلم اور محبیرہ احمد کے درمیان بحری آمد و رفت کا خیال اول اول آج سے تین سو سال پہلے رئیس اعظم کے دماغ میں گذرا تھا۔ چودھویں صدی قبل مسیح میں رئیس ثانی کے عہد میں یو یاسٹ سے جو دریائے نیل پر واقع ہے حمل بڑھ گیا اور دہان سے بحرا بحر ہند کو دی گئی تھی اس جگہ بندرگاہ نام آرمونی رکھا گیا تھا لیکن سوین صدی قبل مسیح میں حبش مصر میں فرعون کا عہد حکومت تھا تو پھر تمام جگہ خود بخود درخت بھر گئی کیونکہ یہ تمام ملک ریگستان سے تھیں صدی قبل مسیح میں مصر کے نیکونانی بادشاہ نے ایک لاکھ بیس ہزار آدمی کی مدد سے اس کو از سر نو کھدوانا شروع کیا۔ اور ایک سو سال کے بعد واپس کے عہد میں کام ختم ہو گیا تھا۔ لیکن پھر زمانہ اور ریت نے ملکر اس کو خاک میں ملا دیا۔ پھر ایک بادشاہ کوکلی (بطلموس) نے قبضہ منس نے تیسری صدی قبل مسیح میں اس نہر کو دوبارہ کھودنے کی بے سود کوشش کی۔ پھر چوتھے عہد میں مصر کے ایرع کے حضرت عمر

کے عہد میں اپنے حکام کے ارادہ کو پورا کرنا چاہا لیکن ۱۷۵۵ء تک ان تمام
 بادشاہوں کا عظیم الشان کام پھر ریتے برابر کر دیا تھا اور صرف گاڑی کے
 سیون کی طرح ہلکے ہلکے نشانات رہ گئے تھے جس سے نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ یہاں
 کسی زمانہ قدیم میں ضرور کوئی نہر کھودی گئی ہوگی۔ پھر ۱۷۸۰ء میں اہل ریش
 کو اس نہر کے کھودنے کے دھبے کے خیالات پیدا ہوئے لیکن ۱۷۹۸ء
 کو ہی کام شروع نہیں کیا گیا۔ چنانچہ نیولین اعظم کی باری آئی۔ جس زمانہ میں
 مصر کے قریب اور مصر میں لڑایاں لڑ رہا تھا۔ ایک روز ۳۰۔ دسمبر ۱۷۹۸ء
 اسیر دشکار نکلا تو یہ نشانات جو گذشتہ شاہدوں کے کارنامے کو یاد دلاتے
 کو یاد دلاتے تھے۔ دیکھ کر اس کا یہی نہر کھودنے کا ارادہ ہو گیا اسکے فرانسیسی
 اے لیسیر نامی نے فوراً ایک لمبی چوڑی ریورٹ بنا کر تمام نقشے وغیرہ تیار کر
 لاگت کا تخمینہ لگایا اور اپنے منجملے شاہنشاہ نیولین اعظم کے پیش کر دیا اس میں
 عرصہ دس سال میں کام ختم کرنے کا اندازہ تھا اور قریب ساٹھ لاکھ فرانسیسی
 روپے کے خرچ کا تخمینہ تھا جس کو پینولین نے دیکھ کر ارادہ ترک کر دیا ترک
 ارادہ کی وجہ روپے اور مدت دراز تھی۔ بلکہ ایک بڑی غلطی تھی جو اسکے
 لیسیر نامی انجنیئر نے اپنے پیالیش کرنے میں کی تھی حسین اس نے جو قلم
 اکائیانی بحر سے ۸ فیٹ اونچا بتایا تھا اور اس پرانی راسے میں ناکافی ظاہر
 کی تھی۔ لیکن ۱۸۳۶ء تک دونوں بحروں کے پانی کی سطح کا فرق
 کسی کو بھی صحیح معلوم نہ ہو سکا اسکے بعد جو مشہور نام ہر سوزے
 ملحق ہے اور رہے گا وہ فرڈیننڈ دی لیب کا ہے جو ۱۸۳۲ء سے
 ۱۸۳۸ء تک فرانسیسی کونسل میں رہا۔ اور ایک دن جبکہ وہ وطن
 میں پڑا ہوا تھا۔ اور لے پیر نامی فرانسیسی انجنیئر کی پورے پورے

نیولین اعظم کے لئے لکھی تھی۔ وہ طرز تھا آؤ اسکے دلین اسکے پورا کرنے
 کے متعلق خیال آیا جو اسنے خیالی پلاؤ کی طرح کئی سال تک پکائی کیا۔ مگر آخر
 اسنے ۱۸۵۴ء میں اپنے نوجوان دوست سے جو ایک وقت میں کلا
 شاگرد ہی رہ چکا تھا۔ یعنی مصر کے حذیو سعید پادشاہ کہ جسے ابھی ابھی
 حکومت ملی تھی اپنے خیالات ظاہر کئے تو اسنے پچیس شخص نے ان کو نہایت
 ہی دلچسپی سے سنا اور بہت سی توفیق کرنے کے بعد حکم دیدیا کہ دی لیب
 کے خیالات کے مطابق فوراً ایک نہر کھودنی شروع کر دی جائے اس موقع پر
 انگلستان نے اسکی سخت ہی مخالفت کی اور ان خیالات کو پہلی کوششوں
 کی ناکامی کی بنیاد پر بال خویا سے شبہ دی۔ آخر ۱۸۵۶ء میں دی لیب
 نے ایک بڑی کمیشن کے ساتھ بٹھکرائے تمام کاغذات کی نظر ثانی کی اور
 نہر کے اخراجات کا تخمینہ ایک کروڑ بیس لاکھ روپیہ بنایا۔



جان مارشل

(امریکہ کا ایک مشہور مدبر)

جان مارشل کا خاندان

جان مارشل اُن لوگوں میں سے ہے جنہوں نے امریکہ کی ترقی کے شروع زمانے میں اس کی خدمت کی جان مارشل کے دادا کا نام بھی جان مارشل ہی تھا وہ ویلز سے آکر درجینا کی ویسٹ مورلینڈ کونٹی میں آیا دہوا تھا اور کڑی شروعات کی تھی چونکہ مارشل کی زمین زرخیز نہ تھی اسلئے وہ بہت کامیاب شکار نہ تھا جان مارشل کے مرنے کے بعد اسکے بیٹے ٹامس مارشل نے کچھ زمین چھوڑی اور کچھ نہ سچی اور ویسٹ مورلینڈ کونٹی سے خاکیر کونٹی کو چلا گیا اور جبرین ٹاؤن میں جو بعد کو ڈیلینڈ کہلا یا آباد ہوا۔ یہاں یہ شکل تھی کہ فرانسیسیوں کے اشارے سے یہاں کے قدیم باشندے کاشتکاروں پر حملہ کرتے رہتے تھے اس لئے یہاں کے کاشتکاروں نے اپنی حفاظت کے لئے فوج کا ایک دستہ رکھ چھوڑا تھا۔ جس میں ٹامس مارشل بھی شامل ہو گیا تھا۔

جان مارشل پہلے پہل بس مقام پر آباد ہوا تھا وہی مشہور خربل جارج واشنگٹن کا بھی وطن تھا اور جان مارشل کا بیٹا ٹامس مارشل جارج واشنگٹن سے صرف دو برس بڑا تھا۔ مارشل اور واشنگٹن دونوں بڑے دوست تھے۔ دونوں ساتھ کھیلا اور پڑھا کرتے تھے

اور بڑھنے اور کھیلنے دونوں کاموں میں ایک دوسرے سے بقت لیا کرتے
 کی کوشش کیا کرتے تھے جب بڑھ لکھکر ناغ ہوئے تو طاس مارشل
 اور جاج و اسٹنگٹن دونوں نے پامائش کا کام اختیار کیا جو لوگن میں خرید
 چاہتے تھے وہ انہیں پامائش کرایا کرتے تھے۔ اس وجہ سے دونوں
 کو اکثر جنگوں اور دیرانوں رہنا پڑا کرتا تھا۔ اسٹنگٹن کی طرح مارشل
 بھی فوج میں بھرتی ہوا اور اسٹنگٹن کی طرح مارشل بھی فرانسیسیوں
 اور انڈینز کے ساتھ بڑی بہادری سے لڑا کرتا تھا۔ آخر مارشل لارڈ فز
 نیکس کی جائداد کا جو جاج و اسٹنگٹن کا گھر دوست تھلا بنچ ہو گیا طاس
 مارشل چونکہ غیر معمولی قدرتی قابلیت کا آدمی تھا اسنے اپنی ابتدا کی تعلیم
 کی کمی کو لگاتار محنت سے پورا کر لیا اور بڑا فاضل ہو گیا اور ایک عملہ بری
 جمع کر لی یاس ٹیڈس کے لوگ اسکی لائبریری کو دیکھا عرش عرش کرتے
 تھے اور اسکی علمیت کی وجہ سے اسکی بڑی قدر ہوتی تھی اور وہ اپنے
 رشتہ داروں اور دوستوں میں بڑا عقلمند سمجھا جاتا تھا اسکی شاہی
 ایک اسلحہ یاوری کی لڑکی میری آیشم کیتھ سے ہوئی تھی جو بچپن ہی سے
 بڑی نیک تھی۔ اور تعلیم پاکر قابل بھی بہت ہو گئی تھی۔ وہ بڑی وفادار
 میوی اور شفیق مان تھی۔

جان مارشل کی پیدائش

طاس مارشل اور میری کیتھ کے ۲۴ ستمبر ۱۷۷۷ء کو ایک
 لڑکا پیدا ہوا۔ جبکہ بعد ۱۷۸۱ء میں اور پیدا ہوئے اس زمانہ میں جبکہ
 رد پیر اور فرد و دونوں بڑی مشکل سے ملتے تھے۔ بچے اکثر والدین

کو گھربار اور کھیت کیا رکے کام میں مدد دیا کرتے تھے۔ ماسٹرسٹل کے بچوں کی بھی یہی حالت تھی۔ ماسٹرسٹل نے اپنے بڑے بچے کا نام لینے باپ کے نام پر جان مارشل ہی رکھا۔

جان مارشل کی تعلیم

جان مارشل بچپن ہی کا ہاتھ پاؤں سے بڑا مضبوط تھا۔ اگرچہ جان کے ماں باپ بہت غریب تھے ایسے غریب کہ سزا مارشل اور اسکی لڑکیاں پر شاکیں بجاے یون کے کانٹے لگایا کرتی تھیں۔ پھر ہی انھوں نے ایناتن سیٹ کاٹ کر اپنے بچوں کو تسلیم خوب دی تھی۔ جان نے تقریباً تعلیم اپنے والدین سے پائی جو اس زمانے کے مدرسوں کی تعلیم سے کہیں بہتر تھی۔ کیونکہ معمولی استاد صرف تھوڑا سا لکھنا پڑھنا اور حساب کتاب سکھا دیتے تھے جان کا باب ماس جو کہ خود بہت بڑا فاضل تھا کہا کرتا تھا کہ اُدھوری تسلیم کسی کام کی نہیں بلکہ جس خیر کا علم ہو یوراپہو یہی وجہ تھی کہ جان نے ۱۲ سال کی عمر میں بہت ترقی کرتی تھی اور بڑی ہی مصنفوں کی عمدہ عمدہ کتابیں اسنے پڑھ لی تھیں۔ جان کا باپ اپنے بچوں سے کتابیں پڑھوا کر سنکرتا تھا اور ان سے مطلب پوچھا کرتا تھا۔ جو بات وہ نہ سمجھتے تھے وہ ان کو سمجھاتا تھا۔ اس طریقہ سے ماسٹرسٹل کی اولاد خصوصاً جان مارشل نے نہ صرف پڑھنے لکھنے ہی میں ترقی کی تھی بلکہ ان کو علم کی محبت پیدا ہو گئی تھی۔ جو تمام عمر قائم رہی جان مارشل اپنے باپ کی اس پیدائش شغف کا ذکر ہمیشہ سچی سکرگزار ہی کرتے تھے۔

کیا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ ”میرا باپ ایک تمام بیٹوں سے کہیں زیادہ قابل تھا
زندگی میں مجھے جو کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ سب میری باپ کی نسبت
سے کہیں کہ اس سے میری تربیت کی بنیاد نہایت مضبوط اصول پر رکھی تھی۔

جب جان دس سال کا ہوا تو اسکے والدین فائیر کاؤنٹی کے ذرا
زیادہ زرخیز اور بلند حصہ کو جس کا نام گوزنیک تھا اپنے کل گھر بار سمیت
چلے گئے یہ تو میں پہلے بتا چکا ہوں کہ جان کے باپ نے اسے ایسی
تعلیم دی تھی کہ جان کے مدرسہ میں داخل ہونے کی ضرورت باقی نہیں رہی
تھی لیکن یہ بھی کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کے باپ نے یہ بھی تصدیق کیا
تھا کہ اسے صرف انگریزی ہی کی تعلیم نہیں دینی چاہیے اس لئے جو وہ سال
کی عمر میں جان کو کبیر لئیڈ کاؤنٹی کے ایک اسکول میں داخل کر دیا گیا۔
جہاں خود طاس مارشل اور جارج واشنگٹن نے تعلیم پائی تھی۔
اس اسکول میں جان نے دو سال تک لاطینی اور ریاضی ایک اسکاٹش
یادری سٹرکیل سے سیکھی۔ جو بڑا قابل آدمی تھا۔ جان مارشل کے
استادوں میں ایک شخص جیمس سوزونانی تھا۔ جو بعد میں امریکہ کا یاچوان
پریسیڈنٹ ہوا۔ جب جان مدرسہ میں تھا تو اس کے والدین گوزنیک
سے بھی چلے گئے۔ اور اوک ہل نامی ایک مقام پر آباد ہوئے یہ ایک
اجارہ گچھ تھی اور آبادی ہی کم تھی۔

کھیل کود کا شوق

جیسا کہ نام سے ظہر ہے اوک ہل (بلوٹوالی سیڈی) میں گھنٹا بھر دو
تک چلا گیا تھا۔ جہاں ہر قسم کا شکار ملتا تھا اور وحشی جانور کرتے

تھے چونکہ جان مارشل کھیل کود اور سیر شکار کا بھی اتنا ہی شوقین تھا جتنا
 لکھنے پڑھنے کا اور بندوبست بھی اچھی لگاتا تھا۔ وہ پرنسوں اور مچھلیوں کا شکار
 اس جنگل میں جی بھر کے کھیلا کرتا تھا اور اسی ورزش کے شوق کا نتیجہ تھا
 کہ اس کا جسم شروع سے آخر تک مضبوط رہا۔ جس کھیل میں پھرتی اور طاقت
 کی ضرورت ہوتی تھی اس میں جان اپنے تمام ساتھیوں سے بڑھا ہوا تھا
 دوڑنے اور کودنے میں چوڑی لوگ اسکی برابری کر سکتے تھے لکھا ہے کہ
 جان کا شہو کھیل یہ تھا کہ وہ لمبے سے لمبے آدمیوں کے سر دن پر لکڑی
 رکھ دیتا تھا اور تھوڑی دور سے دوڑ کر ایک ہی جیت میں لکڑی کو صاف
 پھلانگ جاتا تھا۔ بار جب وہ فوج میں تھا تو چھ چھ فٹ سے زیادہ
 لمبے آدمیوں کے سر پر کدھ اچھ موٹی لکڑی رکھ کر کھاتا تھا۔ اس وقت
 جمناسٹک وغیرہ کھیل نہیں تھے۔ بلکہ یہی کود پھلانگ کے سادہ کھیل تھے۔ جو
 کھیلے وقت کوڑا تار ڈالتے تھے۔ اور بیٹوں کو سخت کر کے باؤم دیتے تھے
 اور تسمیہ داجوتیان جسے موکا سن کہتے ہیں۔ اگرچہ بہت بلی ہوتی ہیں
 پھر بھی بعض اوقات یہ بھی تار ڈالی جاتی تھیں اور بچے بچے پاؤں پھیلاتے
 تھے مگر جان مارشل ہمیشہ سوزے پسینہ کھیلتا تھا۔ یہ جراثیم خود اسکے ہاتھ
 کی جی ہوئی تھیں۔ جن کی ایڑیاں اور پیچھے وہ ہمیشہ سفید سوت کی رکھتی تھی۔ اور
 جو کہ جراثیموں کے باقی نیلے حصہ پر ایڑی اور پیچھے کی سفیدی اور بھی زیادہ پھیل
 جاتی تھی۔ اس کے جان مارشل کے ساتھی سلورسنا، (جامنی کی ایڑیوں والا)
 کہا کرتے تھے جان گولے پھینکنے کی ورزش کا یہی بہت شائق تھا اور ان
 تمام ساتھیوں سے زیادہ دیر تک گولا پھینک سکتا تھا۔ کھیل کود اسکے
 بھی نہیں چھوڑا۔

باب کا شکریہ

اپنی ابتدائی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے جان ایسے باب کا شکریہ
ان الفاظ میں ادا کرتا ہے ”میرا باب میرے تعلیم کے انگریزی حصہ کی گمرانی
کرتا تھا اور جو یکہ میں نے جو انی میں حاصل کیا اسکے لئے میں اپنے باب ہی
کی گمرانی کا ممنون ہوں صرف وہی میرا ایک سمجھدار ساتھی تھا اور ایک حافظ
باب کے ساتھ ایک مہربان اور زامح دوست بھی تھا۔ میرے ساتھ کے
اور نوجوان بالکل غیر تربیت یافتہ تھے میں ان کے ساتھ صرف کھیل کود کا وقت
نجاتا تھا۔ جان مارشل کے علاوہ اور جتنے بڑے آدمی ہوئے وہ باب
اپنی بڑائی کے لئے اپنے مان باب یا ان میں سے کسی ایک کا شکریہ
ادا کرتے آئے ہیں لیکن آج کل کے بچے اپنی مان باب کے ساتھ
ویسی محبت سے پیش نہیں آتے جیسا کہ چاہئے۔ بہت سے بچے اپنی
مان باب کو بے وقوف خیال کرتے ہیں اور ان کی نصیحت کو حقارت
کی نظر سے دیکھتے ہیں بچو اگر تم اپنی زندگیوں بڑے آدمیوں کے منور پر
ڈھانچا جیتے ہو تو یاد رکھو کہ تمام بڑے لوگوں نے اپنی کامیابیوں کے
لئے اپنی مان باب کی مدد کا شکریہ کے ساتھ ادا کیا ہے۔

جان بحیثیت ایک سیاسی کے

جان مارشل کی عمر ۱۸ سال کی ہو گئی۔ مگر وہ اس وقت تک

کسی کام میں نہ پڑا۔ سو اے لکھنے پڑھنے اور کھیلنے کو دینے کے
کوئی کام نہ تھا۔ یہ وقت نوآبادی امریکہ کے لئے نہایت سخت تھا۔

تین چیزیں

محبت کے لائق تین چیزیں
 تعریف کے لائق تین چیزیں -
 عدالت کے لائق تین چیزیں
 نفرت کے لائق تین چیزیں -
 ادب کے لائق تین چیزیں -
 خوش کرتے والی تین چیزیں -
 آرزو کے لائق تین چیزیں -
 دعا کے لائق تین چیزیں -
 عظمت کے لائق تین چیزیں -
 پسند کرنے کے لائق تین چیزیں -
 شک کرنے کے لائق تین چیزیں -
 بچنے کے لائق تین چیزیں -
 منع کرنے کے لائق تین چیزیں -
 جان لگا دینے کے لائق تین چیزیں -
 قابو رکھنے کے لائق تین چیزیں -
 تین چیزیں جن کے لئے تیار رہنا چاہیے -

شجاعت - شرافت - خلوص
 وقار - ذہانت - موزونیت -
 مہر جمی - ناشکری - اکڑنوں -
 کیسنگی - بغض - حسد -
 نفش کشی - عدل - مذہب -
 حسن - صاف دلی - آزادی -
 صحت - بشارت - سچا دوست -
 ایمان - اسن - قلب کی صفائی -
 دانائی - عاقبت اندیشی - استقلال -
 تپاک - زندہ دلی - بذلہ سنجی -
 خوشنما ظاہر داری - مضامی
 سستی - بکواس - پھکڑبانی
 اچھی کتابیں - اچھے نقش - اچھا
 آبرو - ملک - دولت -
 زبان - خواہشات - دل -
 رنج - صغف - موت -

قابل عمل اصول



- (۱) مستعد رہو۔
- (۲) ہر شخص سے عمدہ اور یکساں برتاؤ کرو۔
- (۳) ناکام رہنا اگرچہ بُرا ہے مگر کامیابی حاصل کرنے کے لئے کوشش نہ کرنا اس لئے بھی بُرا ہے۔
- (۴) جس قسم کے ملاقات تمہیں پیش آئیں ان کا مقابلہ بجاوری سے کرو اور اپنی بہتری کی جان توڑ کوشش کرو۔
- (۵) اگر زیادہ ہونے کی امید ہو تو کم پر کبھی قناعت نہ کرو۔ اور اگر سب سے اچھی چیز ملنی ممکن نہیں تو اُس سے ادنیٰ درجے کی چیز کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔
- (۶) مشہور ہونے سے ایسا نڈار ہونا اچھا ہے۔
- (۷) جو عیش تم یا نڈاری اور سلیقے کے ساتھ حاصل کر سکتے ہو اسکو چھوڑو یہ تمہارا عمدہ ہے۔
- (۸) افلاس انسان کی دلیری اور آزادی کو ملیاٹ کر دیتا ہے۔
- (۹) دنیا کے ساتھ ایمان داری کا برتاؤ کرو اور دنیا تمہارے ساتھ ایمان داری کا سلوک کرے گی۔
- (۱۰) ہمیشہ خوش رہنے کی عادت ڈالو۔
- (۱۱) دنیا اعتبار کی بھوک ہے اگر تم اپنا اعتبار قائم کر سکتے تو جان لو کہ

کامیابی یقینی ہے۔

(۱۲) اپنی ناکامی پر پاپوس نہ ہو۔ بلکہ چاہیے کہ مزید ناکامی تھیں آئندہ کے لئے سبق دے اور جو کمی پہلی کوشش میں رہ گئی تھی اسے پورا کرنے کی طرف تھیں مائل کرے۔

(۱۳) جو شخص ایک بار گر کر پھراٹھنے کی کوشش نہیں کرتا وہ اس لایق نہیں کہ اسے آدمی کہا جائے اس کے وجود سے دنیا کو کوئی نفع نہیں۔

(۱۴) سٹرک لیڈ سٹون وزیر اعظم انگلستان کا مقولہ ہے کہ ایک وقت میں ایک کام اچھی طرح کرو۔

(۱۵) دوسروں کے ساتھ بھلائی کرو اس سے نہ صرف تم کو خوشی ہوگی۔ بلکہ کامیابی بھی۔

(۱۶) جو چیز تمھاری نہ ہو اس کو کبھی استعمال نہ کرو۔ جس چیز کی قیمت ادا نہ کر سکو اس کو ہرگز نہ خریدو۔ جو چیز تمھارے پاس نہیں اس کو ہرگز فروخت نہ کرو۔

(۱۷) کوشش کے سامنے کوئی کام مشکل نہیں۔

(۱۸) غرور کی قیمت ہمیں بھوک اور سہمی سے بھی زیادہ دینی پڑتی ہے۔

(۱۹) جس چیز کی ضرورت نہ ہو اس سے نہ خریدو کہ وہ سستی ہے اور گود بستی ہے لیکن تھیں گران پڑے گی۔

(۲۰) حشر آدمی سے کم رکھو۔

(۲۱) سخت کوشش کرو اور اپنا دن کا کام پورا کرو۔

(۲۲) کسی پر جلد اعتماد نہ کرو۔

(۲۳) اپنے راز کو پوشیدہ رکھو۔

- (۲۴) ہر کام میں متوسط درجے کی روشنی اختیار کرو۔
- (۲۵) وعدہ طافون سے امید و فاعول ہے۔
- (۲۶) کار امروز بعینہ داکندار۔
- (۲۷) بزرگوں سے کسی بات پر زیادہ بحث نہ کرو۔
- (۲۸) جہاں تک ممکن ہو کسی کو مایوس نہ کرو۔
- (۲۹) جس کام کے کرنے میں شرم ہو تو اسکے بیان کرنے سے بھی شرم نہ کرو۔
- (۳۰) اگر کسی کے پیٹ پیچھے کوئی بات کہو تو وہ ایسی ہونی چاہئے کہ اسکے سامنے ہی ٹکے۔
- (۳۱) گہری ہوشی لڑائی کو یاد نہ کرو۔
- (۳۲) اپنا راز جہاں تک ممکن ہو دوستوں سے بھی مخفی رکھو۔
- (۳۳) کسی کو دوسروں کے سامنے شرمندہ نہ کرو۔
- (۳۴) کبھی ہوشی بات کے دلپس آنے کی امید نہ رکھو۔
- (۳۵) کسی کا صفحہ نہ کرو۔
- (۳۶) عورتوں کی طرح اپنے جسم کی آرائش نہ کرو۔
- (۳۷) باتیں کرتے وقت جسم کو غیر موزوں طور پر حرکت نہ دو۔
- (۳۸) ہر شخص کی عزت کا لحاظ رکھو۔
- (۳۹) مردوں کی بُرائی نہ کرو۔ کیونکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔
- (۴۰) کسی کام کو بے سوچے سمجھے نہ کرو۔
- (۴۱) دنیا کے لئے آپ کو مصیبت میں نہ بھجناؤ۔
- (۴۲) غصے کی حالت میں سمجھک بات کرو۔

- (۴۳) بات چیت کرنا دشمن سے بھی نچوڑو۔
- (۴۴) پہاڑ کے سامنے کسی پر عرصہ نہ نکر دو۔
- (۴۵) اپنی دولت مندی موقتہ بے موقعہ ظاہر نہ کرو۔
- (۴۶) جہاں تک ہو سکے کسی کا دل نہ دکھاؤ۔
- (۴۷) آزمائے ہوئے کا آزمائے بے فائدہ ہے۔
- (۴۸) بڑوں کی عزت کرنا چھوٹوں پر رحم کرنا اگلے درجے کی انسانیت ہے۔
- (۴۹) نیک نیتی کا پھل کبھی ضائع نہیں ہوتا۔
- (۵۰) ہماری تمام مصیبتیں ہماری بلائی آتی ہیں۔
- (۵۱) حد کا تیر جاتا تو دوسری طرف لیکن رحمی پھینکنے والے ہی کو کرتا ہے۔
- (۵۲) اگر تم اپنے خمیہ کی بات سنو گے تو دو خاموش رہو جائے گا۔
- (۵۳) اپنی غلطی کی اصلاح کر لینی اپنے اوپر قوت و قابو رکھنے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔
- (۵۴) خدا غصتی کو اپنے ناچ سے میل دیتا ہے مگر سست و کاہل الوجود شخص کو ہنسل سٹے کے وقت بھیک بھی نہیں دیتا۔
- (۵۵) وعظ کے ذریعے نصیحت کرنا طویل عمل ہے۔ مگر مثال دیکر بند کرنا نہایت موثر اور مختصر طریقہ ہے۔
- (۵۶) آورہ گرد شخص بے سوبیون کی گڑھی ہے۔
- (۵۷) عالم و بے علم میں زندہ و مردے کا فرق ہے۔

(۵۸) اپنے کا دوبارہ کی تمام خزیات کی نگرانی غور سے کرتے رہو۔

(۵۹) تمام امور میں سلیقے سے کام لو۔

(۶۰) اول ایک بات پر غور کرو۔ اس کے بعد ہیشہ کے لئے اس کا فیصلہ کرو۔

(۶۱) حق بات کہنے کی ہمت کرو۔

(۶۲) بیجا کر دانی کرنے سے خوف کرو۔

(۶۳) امتحان کی دستوں کا مقابلہ صبر سے کرو۔

(۶۴) زندگی کی لڑائیاں بہادری و مہرنگی سے لڑو۔

(۶۵) بُرے لوگوں کی صحبت میں مغبائو۔

(۶۶) ہمیشہ دیانتدار رہو۔

(۶۷) دوسروں کی شہرت یا کاروبار کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرو۔

(۶۸) صرف اچھے لوگوں سے میل جول رکھو۔

(۶۹) جھوٹ کبھی نہ بولو۔

(۷۰) دولت کو بڑی طرح نہ لٹاؤ۔

(۷۱) شادی وغنی و رسمیات اور دوسرے معاملات میں

اعتدال برتو۔

(۷۲) اپنے کو نئی روشنی کی فضا طرچی سے محبب آؤ۔

(۷۳) خوف خدا کو معاشرت میں ایسا زور نہ دینا آؤ۔

(۷۴) خاتم الرسل کی اور ان کے عترت کی پوری عزت و عظمت کرو۔

(۷۵) کسی مذہب کے بزرگوں پر دل آزار حملے نہ کرو۔ اور نہ لوگوں میں

استعمال پیدا کرو۔
 (۷۶) جائز ذریعے سے ماکش حاصل کرنے کو عین دین سمجھو۔
 (۷۷) حکومت وقت کے ساتھ مودبانہ اور وفادارانہ طریقہ
 رکھو۔

(۷۸) قانون سرحد کی سختی سے پابندی کرو۔
 (۷۹) بُرے قصے - ناول - ٹریچر اور اخباروں کو اپنے مطالبے
 سے خارج کر دو۔

(۸۰) ہر شخص محنت اور کام کرے۔
 (۸۱) خیرات - محتاجوں - اور معذورین مستحقین کو دی جایا کرے۔
 (۸۲) تجارت و زراعت کے پیشوں کو عزت کی نظر سے دیکھو۔
 اور جہان ملازمت ماننے میں وقت ہو - وہاں اُسی پر ٹوٹ
 کر نہ کرو۔

(۸۳) دولت امانت الہی ہے اسکے خرچ کرنے پر اور حاصل کرنے
 پر دونوں صورتوں میں مرضی خدا کا خیال رکھو۔
 (۸۴) یورپ کی تہذیب کے بالکل سرا سیمہ و پریشان ہوجاؤ بلکہ ناموس
 الہی و تقویٰ کے ماتحت اسکی پیروی کرو۔

(۸۵) فضول جھگڑوں کو چھوڑ کر تمام تر توجہ کام کی باتوں پر دو۔
 (۸۶) تم سے جس قدر نیکی ہو سکتی ہے کرو۔ تم جتنے طریقوں سے نیکی
 کر سکتے ہو کرو۔ تم جس قدر ذریعوں سے نیکی کر سکتے ہو کرو۔
 تم جتنی جگہوں میں نیکی کر سکتے ہو کرو۔ تم جتنی دفعہ نیکی کر سکتے ہو
 کرو۔ تم جس قدر لوگوں سے نیکی کر سکتے ہو کرو۔ تم جتنے قسم کی نیکی

- کر سکتے ہو کرو۔ تم جہان بک ہو سکے نیکی کرو۔
- (۸۷) جس کا دل صاف ہے اس کو کسی قسم کا خطرہ نہیں۔
- (۸۸) علم دہتر جاننے والے کے لئے ہر مقام وطن ہے
- (۸۹) علم تلاش کر خواہ وہ چین میں ہو۔
- (۹۰) خوش خلق کا کوئی دشمن نہیں۔
- (۹۱) عقلمند زمانہ کی مخالفت سے پریشان نہیں ہوتا۔
- (۹۲) وعدہ کرنے میں دیر کرو۔ مگر ایفا کرنے میں جلدی۔
- (۹۳) وقت وہ دولت ہے جو ضائع ہونے کے بعد پھر کبھی نہیں حاصل ہو سکتی۔ اور ہر قسم کی دولت کو کھو کر دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں اس لئے وقت کے حسیح کرنے میں تعین سب سے زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ تاکہ بعد میں افسوس کرنا نہ پڑے۔
- (۹۴) محنت کرو۔ کیونکہ محنت اور کوشش ہی تم کو سب کچھ بنا سکتی ہے
- کاہل آدمی کے لئے دنیا میں کوئی موقع نہیں ہے۔
- (۹۵) شہرت سے ایذا نداری زیادہ قابل قدر ہے۔
- (۹۶) قرض محبت کو کرتے والے معارض ہے۔
- (۹۷) اپنے اوپر بھروسہ کرو۔ جس بات کے صحیح ہونے کا تم کو کامل یقین ہو جائے اسکے کرنے میں جان بکٹ لڑاؤ۔
- (۹۸) سچی باتوں کو تسلیم کرو۔ کیونکہ دنیا کے کاروبار کا اسی پر دارو مدار ہے۔
- (۹۹) دولت جبری چیز نہیں ہے۔ بشرطیکہ اس کا استعمال اچھا کیا جائے۔

(۱۰۰) کسی کام کی برائی تمھیں خواہ کسی وقت معلوم ہو۔ اسے فوراً چھوڑ دو۔ اور اچھا کام اختیار کرو۔ اور اپنی پہلی غلطی سے سبق سیکھو۔

(۱۰۱) اپنے آپ کو ایسا دکھانے کی کبھی کوشش نہ کرو جو تم نہیں ہو۔
(۱۰۲) عمدہ اخلاق پر نظر رکھو۔

(۱۰۳) کسی دوست کی رانتبازی میں شگ نہ کرو۔

(۱۰۴) روپیے کے مقابل اصول کو کبھی متربان نہ کرو۔

(۱۰۵) فرصت کے اوقات ترقی کی تدابیر میں صرف کرو۔

(۱۰۶) ہر شخص کیساتھ سلام میں پیش قدمی کرو۔

(۱۰۷) بہت ہمتی کو پاس نہ آنے دو۔

(۱۰۸) حق کی سختی سے پیروی کرو پیر کا میاں بی بی یہی ہے۔

(۱۰۹) ساتھ مرتبہ گرد اور آٹھ مرتبہ اٹھو۔

(۱۱۰) گر کر اٹھو بڑے نہ نہ ہو۔

(۱۱۱) خدا کی مرضی پر چلنے کے لئے تیندوے کی مانند۔ مضبوط عتاب

کی مانند۔ سبک پرواز ہرن کی مانند۔ بادیا اور شیر کے

مانند بھاؤ رہو۔

(۱۱۲) سر اور ڈاڑھی کو کیوں صاف کراتے ہو جبکہ تمہارا سینہ خالدار

حماقتوں اور گناہوں سے بھرا ہے۔ اول باطن میں نشتر اور

ظاہر کی کچھ پروا نہ کرو کہ وہ کس قدر بُرا ہے۔ غیظ و غضب اور

غور و محاسبہ نہ ہو۔ دل کی صفائی کرو اس قوت تم پاک

ہو سکتے ہو۔

(۱۱۳) نہ تو نفرت جیسی کوئی آگ ہے۔ اور نہ نفرت جیسی کوئی
چنگاری۔ نہ مرنے والی جیسا کوئی جال ہے۔ اور نہ حرص جیسا کوئی
طغلم۔

(۱۱۴) جونیک دبدبین تیسرے نہیں کرتا وہ حیوان ہے۔

(۱۱۵) ایمان قلو کی طرح مضبوط ہے۔

(۱۱۶) مستقل مزاج و حلیم رہو۔

(۱۱۷) ایسا وعدہ نہ کرو جسے نباہ نہ سکو۔

(۱۱۸) اگر کوئی عمر میں جھوٹا بچہ تھیں! بھی بات بتائے تو اسے
غور سے سنو۔ اور عمل کرو۔

(۱۱۹) غصہ کبھی نہ کرو۔

(۱۲۰) اگر تم حق پر ہو اور دوسرے غصے کے مارے تمھاری بات نہیں
مانتا تو اس کے غصے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرو۔

(۱۲۱) جھوٹی عیوٹی باتوں میں بھی بالکل سچ بولو۔

(۱۲۲) نرم جواب غصے کو مارتا ہے بشرطیکہ غصے کی بنا لالچ پر نہ ہو۔

(۱۲۳) اپنے کاروبار کے متعلق ہر قسم کی وقعت بہم پہنچاؤ۔

(۱۲۴) ایک قسم کا کاروبار کرو۔ چاہے نظر ہی ڈوان ڈال نہ کرو۔

(۱۲۵) ہر ایک کام کو فوراً کرو۔ مگر حبلہ میا میں کام مگرے کیلئے۔

(۱۲۶) جو کام تم کرتے ہو اس کے نسبت اس بات کو بڑے

غور سے دیکھو کہ کام کس ڈھنگ پر ہو رہا ہے۔

(۱۲۷) ایک دو آج کی قیمت دس "کھل" سے بھی زیادہ بھو۔

(۱۲۸) بہت مشورے نہ لو۔

- (۱۲۹) وقت کی پابندی کرو۔
- (۱۳۰) کسی سے ملاقات کا وقت مقرر کرو تو اسے یاد رکھو۔
- (۱۳۱) کبھی بے کار نہ ہو اپنے دل تک کو کام میں مصروف رکھو۔
- (۱۳۲) ہر شخص کے ساتھ نیا مذاق سلوک کرو۔ دنیا کے اس کانٹے دار راستے میں دوسروں کا بوجھ بانٹو۔
- (۱۳۳) حلیہ و دست مذہبیت کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ یاد رکھو آہستہ آہستہ نفع حاصل کرنے سے دل کو اطمینان رہتا ہے۔
- (۱۳۴) دو کام سامنے ہوں تو وہی کام کرو جس میں نفع یقینی ہو۔
- (۱۳۵) جب کسی کو پابندی پر دیکھو تو خیال کرو کہ یہ ہی کبھی نیچے تھا۔
- (۱۳۶) چٹوری زبان و دولت کا زیان کرتی ہے۔
- (۱۳۷) ضمیر کا بھل بھٹا ہے بے مبروں کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔
- (۱۳۸) عزائی نیکی کے آگے گردن خم کرتی ہے۔ اور بدمعاش نیک کے دروازے پر۔
- (۱۳۹) جو اپنے بیٹے کی طرح حقارت سے دیکھتا ہے وہ گنہگار ہے لیکن جو غریب پر خشم کرتا ہے وہ خوش نصیب ہے۔
- (۱۴۰) کیا وہ غلطی پر نہیں ہیں جو بڑا بیان گھڑتے ہیں البتہ ریم و پچے وہی ہیں جو نیکیاں دل سے گھڑتے ہیں۔
- (۱۴۱) ہر قسم کی محنت و حرکت بہت مفید ہے لیکن ہونٹوں کی حرکت صرف مفلسی پیدا کرتی ہے۔
- (۱۴۲) سچی گوہی جان بچاتی ہے لیکن جو جھوٹ بولتا ہے وہ دھوکہ دیتا ہے۔

- (۱۴۳) خوف خدا بہت بڑا بھروسہ ہے۔
- (۱۴۴) جو شخص خدا پر بھروسہ رکھتا ہے اس کو کوئی نیا دی خوف نہیں ہوتا۔
- (۱۴۵) آدمیوں کی جماعت بادشاہی شان رکھتی ہے لیکن ان کی مفلسی خود بادشاہ کی تباہی ہے۔
- (۱۴۶) جو شخص غصے کی وقت سستی ظاہر کرتا ہے وہ بہت سمجھدار ہے لیکن جو جلد بازی کرتا ہے وہ بیوقوف ہے۔
- (۱۴۷) زندہ دلی بسم کی جان ہے لیکن حسد ہڈیوں کی شرن ہے۔
- (۱۴۸) جو غریب ظلم کرتا ہے وہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے لیکن جو کمزور پر ظلم کرتا ہے وہ خدا کا فرماں بردار بندہ ہے۔
- (۱۴۹) بد آدمی کو بدی کرنے میں کوئی اسید نہیں لیکن استیبار موت میں بھی اسید رکھتا ہے (بخشش کی)
- (۱۵۰) استیباری قوم کا دل بڑھاتی ہے اور گناہ آدمیوں کی بزدلی کے باعث ہیں۔
- (۱۵۱) خدا کی آنکھیں ہر جگہ بد و نیک کو دیکھتی رہتی ہیں۔
- (۱۵۲) اس قدر بوجھ نہ اٹھاؤ جس کو لیکر تم نہ چل سکو۔
- (۱۵۳) اگر چاہتے ہو کہ ب تم کو اچھا کہیں تو تم کیسیکو بُرا نہ کہو۔
- (۱۵۴) فضول خرچ نہ بنو کہ کیونکہ فضول خرچ بی بد بلا ہے۔
- (۱۵۵) کفایت شعاری دولت مند بناتی ہے۔
- (۱۵۶) اس کا کی دوستی پر ہر دوسرے کو جو مصیبت کی وقت کام آئے۔
- (۱۵۷) تمہاری اور غفلت کا نتیجہ وہ اختیار کرو۔

(۱۵۸) مستحضر اور مذاق سے پرہیز نہ کرو۔ کیونکہ بھید اکثر لڑائی کا باعث ہوتے ہیں۔ اور عرب جاتا رہتا ہے۔

(۱۵۹) حرص بہت بُری بلا ہے اس سے انسان ذلیل اور خوار ہو جاتا ہے۔

(۱۶۰) محسن کشی بڑی بُری بلا ہے۔

(۱۶۱) کام کی نگرانی خود کرو۔ دوسروں پر نہ ڈالو۔ ورنہ نقصان اٹھائے گا۔

(۱۶۲) ہر کام سہولت سے کرو جلدی سے کام نہ لگتا ہے۔

(۱۶۳) اگر تم سے کسی سے دوستی ہو جائے تو ہمیشہ تمھارے کی

کوشش کرو۔ کیونکہ ذرا ذرا سی باتوں پر لڑنا اور بھیڑ لانا اور مذاق اور ناروا حضومت کو طول دینا شہ یفون کا نتیجہ نہیں۔

(۱۶۴) کسی کار از جہان بک ہو سکے چھپانے کی کوشش کرو۔

(۱۶۵) جھوٹوں کو اپنے سے گستاخ نہ ہو۔

(۱۶۶) موجودہ حالت پر قانع و خوش اور آئندہ خدا کے فضل

کے امید دار رہو۔

(۱۶۷) حاسد کبھی دنیا میں ترقی نہیں کر سکتا۔

(۱۶۸) تقدیر ہی پر بھروسہ نہ کرو بلکہ تمھاری محنت و کوشش

کو بھی کامیابی میں دخل ہے۔

(۱۶۹) تنگدستی ذاتی جوہر پر محسوس کرنا چاہیے نہ کہ وصف اخلاقی

(۱۷۰) احسان کر کے بھول جاؤ۔

(۱۷۱) زمانہ کی مخالفت کو خدا کی مخالفت جانو۔

(۱۶۲) کسی فرقتے خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو تو صوبہ نہ رکھو۔

(۱۶۳) اعلیٰ کا درخت بو کر آم کی امید نہ رکھو۔

(۱۶۴) ہر کام حسد کا نام لیکر کرو۔

(۱۶۵) دوستی پیدا کرنا اچھی بات ہے۔ لیکن بے تکلفی بہت کم سے کرنی چاہیئے۔

(۱۶۶) جو بات تم کو مفہوم ہو دوسروں کے بتانے میں بخل نہ کرو۔

(۱۶۷) کسی کی وجہ کرنا اس کو ذبح کرنا ہے۔



حفظ

ماخوذ از اصلاح سخن

میٹھی زبان

دشمن سے بھی نہ کر ٹوسے ہونا میٹھی زبان رکھنا
 تین کلام رہنا میٹھی زبان رکھنا
 کرے مرے جو اسکو ہرگز نہ بچو دینا
 نرمی میں ہے سخن کی جادو سے ٹریکے جاتے
 پایا ہے اس سخن نے اک بانیہ قصہ آج
 مگر جو زبان تیر سی کو ملک بھی ہے باج
 میٹھی زبان ایسے بچوں کو بھی کھانا
 تو تو کے لہجے میں تم میٹھی زبان سنانا
 شیشے سے بھی زیادہ انکے بے دلی پر شکا
 دنیا میں جھکو جب سر غم سے عبور کرنا
 خوش اسنے رنج کو بھی کرنا ضرور کرنا
 انکے قدم قدم پر میں خار دار رہا ہوں
 دو دن کے ہمانوں کو ستاؤ گا دیکھنا
 پچھین کے انکو ہرگز نہ نام رکھنا

میٹھی زبان سب سے مردم و سران کہنا
 خوش سہل آپل و رذکو بھی توان کہنا
 بھولے سے بھی نہ خاطر کو راہ قہر دینا
 میٹھی زبان بیشک جو بایک محبت
 میٹھی زبان میں جو محبت کی لیاقت
 روز الست سے دیتا عائدہ جہان کا
 میٹھی زبان جو کونکے ساتھ پیش آتا
 سو تو کیا ہے کتنا ہی گر کوئی ہولانا
 بوڑھا ہوتا برس کا یا طفل سال بھر کا
 میٹھی زبان جو انوں سے احوال کرنا
 ہرگز نہ دلدی میں اسنے قصور کرنا
 گو بادہ جو الٹی سے ست میں لگا ہوں
 میٹھی زبان بوڑھوں سے صبح دیکھنا
 خرم میں یہ بار غم سے تم انکو تمام کھنا

ہستی کے بوجھ سے یہ آبی جھکے ہیں
جو میں غرض کے بندے اور راجہ پیشہ
کھٹ جائیگا بیچاروں کا وقت رشتہ رشتہ
بندے انھیں بنا تو بندے انھیں بنا لو
تیا بد وہ مان جائیں احسان کی کرم
ایسا بنا لیں جیسے ہم ایسے سرودہ دم
لا دہاں کر دین اپنی عطا سے انکو
کل سختیاں مھنوں نے اگیر کی سول سے
اور موم بن کے سر دہش آسے پھر دن سے
اپنی زبانی انکے اگلے مٹھائی رکھ دی
حق نے بشر کو بخش ہی ہے لاجو بنت
یہ تری زبان ہے ہر ملائمت

درمی شمار ہے جہ طے کی یہ زبان ہے
نعتی کہن ہے اس میں اور استخوان کہا ہے

بوڑھے میں سانس لٹیکو راہ میں کے ہیں
میٹھی زبان عریض کیا ہے سہیشہ۔
ماہو نہ بڑبانی چاہے سکے ولیہ نیستہ۔
نیرین زبانوں کے بدوں میں انکو ڈالو
میٹھی زبان تھالی کھپا روہے ہم کو
تیا بد وہاں ہاتھوں سے ہون سالک کو
اے رنج و غم ہمیشہ اپنی خطا سے ان کو
میٹھی زبان رکنا سکھ سیر دن سے
یاتے ہے مراد ان ایذا سنگدوٹ سے
انے سخن یہ اپنی ساری خدا کی کھدی
میٹھی زبان دالے یہ ہے خدا کی جنت
اس سے حصول برکت اس کو نزول جنت

انسانی لباس

اپنے باشندوں کے سر پر ایسی کپڑی
ظفر طارین ہے ابلیس خود دہری
ایمن پرستہ جہالت سے سر پہ کیا
جسکے بھیل میں ہے پوشیدہ غالی کا آ

دعا سے ہندوستان کیا ہو گئی تھی
جسکے ہر ایک میں غفلت ہی غفلت ہو چکی
سب نفسیت کا ہے تلک ہے حاکم و تراز
کٹ وہ نہاں جو دنیا کے غیب کا گھر

کیلئے انداز کا کارنیا یا کاٹ کر
 ہر دو جانب جھوٹ کا گیبہ لگایا دیکھئے
 عیش و عشرت کا یہ پیار ہے سلوایا ہوا
 یا نچون میں جسکے ہے نزدیک کا نقشہ حیا
 یہ لباس ایسا نہیں ہے چھوڑے بس ان قلم
 آدمی کے سر کے ٹیڈی اس طرح کی چاہئے
 عقل کی باتیں عیان ہوں جسکے ہر ایک سے
 علم و دانائی بھی شکلے سے عیان ہوتی قدر
 ہے سب اس پھینک کوٹ سب خرد و کلان
 ہر طرف ہر ایک پہنچے ہے ہوس چائی عیان
 اتفاق باہمی سے دونوں یکٹ ہوں بنے
 آپ بچا بہ جو بہنیں جو رہنے لیل و نہار
 یا نیچے ایسے ہوں جن کو گھڑی ہو اس کا
 ضبط و اوقات میں آجوراہ راست پر
 بوٹ وہ سینو نہ چھوڑے جی رہی ثابت قدم
 ما امید کی گونجیں ڈالے لہو کی گونجیں

خود پسندی خود سری زمین ہر سہی
 زر کے بدلے لے لے لے لے لے لے لے
 ہے کرنا آپ کا یا جال ہے اک لکڑ کا
 بوٹ سے روندی ہوئی ہے پارسائی بلا
 جو میں تباہ کن وہی زیت بن ہو دم
 جبین ہر دم ہر گھڑی ہوش و خرد اس سے
 جوش ہمدردی ملک قوم کا طرح ہے
 جسکے ہر ایک تار میں آگ و فیلستری نظر
 جبین ہوں ہر دو جہان کی خوبان بختیار
 پاکیزہ کاری کا رہے گردن میں کار و گمان
 زر کے بچا کوٹھنیں انس و الفت جہاں
 متقی دیار سازا ہر دیر سے نگار
 نیک نامی و صد اقت برداری بختیار
 صاحب علم ہر نرسن جلسہ ہر فرد و پیر
 نیکیوں کی راہ میں چلتا رہے جو دم
 ہوں نہ سدا رہا ہی ہر گز غم نہ بچ دلم

ہو اگر سدا رہم تم سب ایسا ہی بکس
 پھر نہیں ممکن کہ دیکھیں حیرت داندہ دیکس

حب وطن

جہان میں نہیں کسی کو الفت وطن کی
 ہر اک دل کو ہوتی ہے پیادہ وطن کی

نہیں بھولتا کوئی راحت وطن کی
 جہاں جاؤ انگوٹھیں نقشہ بر گھر کا
 زلمے کی راحت ہوائ انگوٹھ حاصل
 زلمے کی شوکت ہوائ انگوٹھ حاصل
 وطن میں نہیں ہے تو کچھ یہ نہیں ہے
 وطن اپنا ملک سلیمان کے افضل
 وطن کی رضا باغ رضوان سے افضل
 وطن کی ہر اک چیز مرغوب دل سے
 جدائی وطن کی مصیبت ہے گویا
 اک آنت ہی کیسی قیامت ہے گویا
 مسافر ہے پوچھو حقیقت تم اس کی
 وطن کیوں ہے پیارا کیلئے اس کا
 وطن میں ہر آرام کیا ایسا ملتا
 شب و روز رقص ہے ہر دوقا کا
 گیارہون کے طعنوں سے زخمی ہو کر ہے
 کبھی دوستوں کے کرم پر نظر ہے
 غرض ہر گھڑی ہے ہی اک مصیبت
 یہ سب کچھ سبھی ہر بھی اپنا وطن ہے
 لگا دھڑ سے خالی وہ بے باک ہیں کر
 سکامیت و اک اقتصاد قسمت
 عزیزوں کے طعنوں کو نہ شتر نہ سمجھو

نہیں بھولتا کوئی صورت وطن کی
 تصور ہی رہتا ہے دیوار و در کا
 زلمے کی صحبت ہوا انسان کو حاصل
 زلمے کی رفعت ہوائ انگوٹھ حاصل
 فراق وطن سے دل اندوہ گین ہے
 وطن کا سایا گلستان سے افضل
 وطن کی گھٹا ابرار ان سے افضل
 وطن کی ہر اک بات محبوب دل ہے
 مصیبت بھی کسی اک آنت ہی گویا
 قیامت نصیبوں کی ناست ہی گویا
 سونیلوں سے حکایت تم اس کی
 وطن پر یہ اہل وطن کیوں ہیں شیدا
 وطن میں بچو روغنہ کیلئے رکھا
 سوجھ بکھڑا کی ہے جو روخفا کا
 کبھی شکوہ غیر سے درد ہے
 کبھی دشمنوں کی عداوت ہے
 گم سے یہہ اور وہ اک آنت
 ہر اک بھائی اپنا شریک محن ہے
 محبت میں ڈوبا ہوا شریک ہے
 نہویہ تو کون آزمائے محبت
 نصیحت کی باتوں کو خوش نہ سمجھو

یہ ہیں مسل خوش رنگ کس کس نہ سمجھو
نہ ہوں یہ تو بے پردہوں بلب حرمین
جنھیں تم سمجھتے ہو برفن نہیں ہیں
تمھاری طبع نیز انجن غنیمتین
نہاں دلیہن رکھتے میں الفت تمھاری

یہ گوہرین نایاب پتھر نہ سمجھو
انھیں کے دل سے تو تم ہو وطنین
جنھیں تم سمجھتے ہو دشمن نہیں ہیں
تمھاری طرح تم سے بدطن نہیں ہیں
مساقت میں کوہ گران سے میں بہاری

قومی نظم

کیا وجہ بہت بدنام ہے میں نام تمھارا
مفقود ہوا خلق کے آرام تمھارا
اب اور دن کے حصے میں ہو گا تمھارا
ہر شرب و ملت میں ہو گا تمھارا
کیا سمجھو وہ ہو گا یہ انجمن تمھارا
ابتر ہو جائے بہت کام تمھارا
ستا نہیں دل سے کوئی بیجا تمھارا
اس سے چھلکتا ہی رہا تمھارا
اب صرف کتابوں میں ہو گا تمھارا
یہ مال بھی ہو جائے گا نیک تمھارا

سید سے دلایت میں کسی نے نہ پوچھا
ہر وقت نیا دروہے مردم نئی تکلف
آدم لوگ جو بگڑے تو حریفوں کی بنائی
اسٹل طبقے میں ہوا ہو کمانوں کا ماتم
آغاز کا نقش کبھی دیکھا حریفوں نے
بہتر ہوئی جاتی ہے بہت قوم کی حالت
جو کب سے پہلے ہے جو تقریر ہے بیکار
خالی نہ ہوا رنجش میں سے کبھی دل
کوئی عملی شکل نہ مجھ کو نظر آئی
سٹ جائیے کچھ روز میں نہ کچھ عقیقہ

اے فوج تہذیب ہو رہے پہلے سے سنکر

پھر کہنے لگے سچ ہے یہ الزام تمھارا

دماغ و اذہبہ گرٹ



(ماجوڈ از سید رگزٹ)

فیئشن

اج طرف دیکھو جہاں دیکھو ہو فیئشن کی ہے
 آفیشن ایبل جو ہمیں اسکی شرافت ہی لگی
 چاہے فاقہ ہو مگر ماؤن میں ہو ڈاکٹر کا
 کوچ و کرسی کو سو ایٹھے نہ کوئی فریش پر
 زیب تن جو کچھ ہم اسکی موہبت عہد فیئشن
 سفیقان دین ہی فرشتوں پہلے یہ سہ سہ
 ہو سکوت کیلئے سنگھ بی عہد ہر کسوا
 میر سید شیخ خان بندت یہ کہنا منع کر
 فرش پر ٹھہر تو تلو نون میں پڑھ جائیں بل
 صاحب دولت تھے پہلا بین مقرر وطن لیل

آجلی کی یوڈرنازل بلایئشن کی ہے
 کیا کرامت آجلی مرد خد فیئشن کی ہے
 سوٹ عابد تپ کا کچھ امتہا فیئشن کی ہے
 یاد رکھو آبرو اس سے سو فیئشن کی ہے
 کف ڈبل کا لربہ عہد ہو ہو فیئشن کی ہے
 بندگی کچھ اندون ایسی ہو فیئشن کی ہے
 ڈرائیو ہو جائیں کیا یہ واسر فیئشن کی ہے
 لفظ سٹر چاہئے کہنا دات فیئشن کی ہے
 پائے بندی اہل یورپ کو فیئشن کی ہے
 ابتدا کچھ اور تھی یہ امتہا فیئشن کی ہے

یہ مرض پھیلا ہوا ہے مند بہر میں اتنے وقفا
 اس سے ڈرے خوف کیجئے یہ دیافیشن کی ہے

مسلمان صاحبزاد

عمر کا سال ہوا خیر سے جب تشریف ہم
 تبت و سبب بنی طلمین دیکھ کی غنڈا
 ہٹری دیکھنا معلوم ہو گا نقصان
 نہ تھے ملکوں کشتے کر کوئی دیواروں پر
 زور زور تہہ ہوا اسکول کا جانا کچھ
 دکھو ہانے لگانا ڈاکو اف نہ عہد
 طبع نڈک کو کیا جیسا گرنے برہم
 کھونے کی جھیل اک عرصے سے لھلائی قسم

ایک ٹوٹی سی دوات ایک پُرانا سا
 بد معاشوں کو بعد شوق بنایا تھیں
 چاند نہ چوک کی خلقت کا آیا موس
 چلے باجمع احباب سوے کو سے سر
 اچھی فرصت نہیں رکھو اسے پھر دیکھیں گے
 اب دنیا کی رہی شرم نہ عقیقی رہی کا تو
 پورٹ دایمن کو سمجھنے لگے اب زندہ
 پاس بھٹلا کے کہا لڑکے سدا و محنت
 اتنی محنت نہ کرو چپہنے پند لطف
 ہو ترقی سے تمہارے دل غزون خود
 اب احسان اپنے یومین ہی از راہ کرہ
 جاؤ کا ترحمہ گو آدلی گمیریں
 اک مسلمان بچے کو یہی ہے کیا کم
 حضرت خواجہ فاضل نے کئے ہیں حق و ستم
 سببہ عشقم و از ہر دو جہان آزاد م

نیز پڑنے کی جوتھی اسکی یہ آرایش ہے
 نکل استادی ہوتی علی لغت و لکھ
 کھیل سکول کے ایک لکھنہ نہیں بجا اب
 تمام کی سیر کو اب ہنڈی بٹکے بٹے
 خط جو کیا بھی والد کا تو کر کے کہا
 سبقت ہا جیلستان میں کہاں سو صلوٰۃ
 چند ہی روز میں پھر سب بے صفحہ کو لگی
 اسی حرم سے بین کہیں آگے اس کے والد
 سندھ ذرا سا نکل آیا ہے شہار اکیسا
 خیر اچھا یہ بتا دو کیڑا کیا تم نے
 پہلے کچھ دیر تو شہر تے رہو پھر بولے
 پڑھ چکائیں بھی مسلمانوں کو کچھ نئی طرح
 اس سے زیادہ کی غوثی نہیں ہونی ٹال
 سچ تو یہ ہے کہ اب دربان ہیں دوسرے
 ماش میگویم و از گفتہ من دل غلام

نیست بر لوح و لم حسبہ الف قامت یار
 چہ کہم حرف دگر یا دنداد استقام

نئی روشنی کا لٹھ

کوئی لڑکا اک دن ہوا آبدیدہ
 محبت کیلون بار پنے اس سے پوچھا
 پہلے نہ تھے تھے یوں اس کے پہلے
 بیان پدیں کے فرد ذہن بولا
 عجب طرح گزری ہے یہ عمر اپنی
 بیٹھے نہ کوٹھی میں اب تک رہی ہم
 نہ صابن ہے جس سے جہالت چھٹا
 نہ آیا ہے ہر از حسب کوستائیں
 نہ کہا کی کبھی حاضری ہم نے اب تک
 نہ حاصل ڈیزین
 نہ پینا کبھی آج تک سوٹ مہنے
 لباس اپنا وہ ہے جس میں کھجائیں
 صد افسوس اس وقت تک بوجھ رہیں
 نہ لکڑی کے جانے کا سامان پچھے
 مس دھوروش کو نہ پانے کے کچن

خدا جاسے نہ صد ہوا دل یہ گیا کیا
 کہ جان پر خیر تو ہے ہوا کیا
 تھیں آج بتاؤ یہ ہو گیا کیا
 کہیں آپ کے ایسا سہرا جرا کیا
 نہ جانا کہ ہے زندگی کا مزا کیا
 ہے نا اشنا داشت کی پہنچنا کیا
 نہ پوڈو ہے چھوٹے بے پڑیا کیا
 نہ میر کہتے نوکشی یہ کیا کیا
 نہ سہمے کہ ہے لٹھ کا دع کیا
 نہ واقف کہ آخر منت ہے ہلا کیا
 نہ معلوم ہے بوٹ دیتا صد کیا
 ترف کا موقہ بہلا پیر کیا کیا
 کہ کیو نہ کرے دن جاتا ڈر کیا کیا
 ترستے رہتے یوں ہی مہم صد کیا
 رہتے اسی غم میں ہستم بتا کیا

سہی ہے تو ہوگی مرض میں ترقی
 نہ کام آئی کچھ دوا کیا دعا کیا

علم

علم کے سامنے لاس و گہر کوئی نہیں
 علم کیا تھہ عمل ہو تو نیچو تلے
 سخت انوس کر ڈر کوئی بسلامی کے لئے
 در سے بھیجتے ہیں فیس بی دیر ہیں
 استحالیں ہوں جو ناکام مدارس میں
 باب کو چاہئے مردقت خبر گیر رہے
 کامیابی کی توقع نہ کہیں وہ طلب
 جواب دل سے نہ کرتا جو علم کا طبع
 فائدہ بخش اسے علم دہن کر گیا ہی نہیں

علم

چند وزہ زندگی بن سرکشی جی نہیں
 حاکم اردن کو بیان چشم تھا تو نہ کچھ
 بادشاہ ہوا گدا اُس نہ ہوا حکوم ہو
 سندھ سے اپنے کچھ برا کہتا نہیں مگر عرب
 دل دکھائیے کہ کیا ہوتا ہے خانہ خراب
 بانی جو رستم تھے نادر و چنگیز خان
 مال و دولت جاہ و دولت کچھ نہ آیا کام کچھ
 سرکشوں سے خوش نہیں ہو مایہ الیاس
 تھمکو خاقانی نے بنایا ہے اگر مستحقین
 جو رکھا ستور بید نیون این ہی راجہ نہیں
 بد دعائیں جی ہی مین دیتی ہے جالورین
 غم جو دیتا ہے کسیکو ہوتا ہے اندو گین
 نام کو تیلابی انکی نسل کا باقی نہیں
 موت کی اکو دکھا دی آخرش اکو نہین

عاقبت میں مال جو کچھ ہوئے جا خدا
 قائل شیش نہیں تفصیل دیکھ کرین
 ظالم ضحاک کا لیتا نہیں کر کوئی نام
 عدل پر پوشیدگان کے ہوتی ہے صد ہرین
 شمع نے پردے بے دردی بیو کو رہا ہر
 صبح ہو تم موتے خود اس کا نشان باقی ہیں
 سخت دل جو ہو فلاح دین دنیا پر خلافت
 نخل آہن بن شکوہ بیو لٹا ممکن نہیں
 سراٹھایا جسے دنیا میں مثال گرد و باد
 بیٹھنی باوجود اوث فی زمین پر ہی وہین
 دوسری کا تو ہمیشہ ہوتا ہے احسان بہ
 سرشت ان راز و رمیالہ فلک بزمین

ہنری سے ہے قدرت بشر کی
 ہنری بڑا تہا ہے بہت بشر کی
 ہنری سے بڑھتی ہے دولت بشر کی
 ہنری سے ہر جا ہے چاہت بشر کی
 جہان میں غیر ہو نکاد الی ہنری ہے
 ایر و نکا سجد و دعا فی ہنری ہے
 ہزاروں کو حاصل ہے امداد اس سے
 بنے لاکھوں شاگرد استاد اس سے
 ہے مضبوط پیشے کی بنیاد اس سے
 ہوا گرم بازار اکیبا د اس سے
 نمودار ہے اس خالق کی قدرت
 عیان ہوتی ہے اس کمال کی صفت
 مقیموں کو ملتا ہے آرام اس سے
 سفر کو ہے ہر جگہ کام اس سے
 ہزاروں نے پیدا کیا نام اس سے
 نہ چین اس سے خالی نہ آسا اس سے
 جہان نام اہل ہنر کا نہیں ہے
 تو باغ حسنہ ان دیدہ سبزین ہے

حقیقت میں سدا عالم ہی ہے کہ زیالیس نوح و آدم ہی ہے
 عروج و ترقی کا سلم ہی ہے ہر اک حال میں یار و ہمدم ہی ہے
 خلیق کا قبلہ من ہے تو مجھ ہے
 غرض یہ کہ حاجت روا ہو تو مجھ ہے
 مفضل خدا اس سر کی بدولت ترقی یہ آجکے گرضع و حرفت
 تو ہوں دوزنا نفس یہ روز نصیبت بد لجانے فوراً زمانے کی رنگت
 نہر سبز بے شبہ خوشحال ہو دین
 نہر جو نہ سیکھیں وہ پلال ہوین

تجارت

زبان کیا کرے گی بیان تجارت
 زمانے پر ادبار چھایا ہوا ہے
 ہے کان جواہر دوہان تجارت
 نہیں دہکتا کوئی شان تجارت
 کوئی بھرے دیکھ جہان تجارت
 نہیں جن میں باقی نشان تجارت
 ہر اک محض ہے نکتہ ان تجارت
 نہیں لیں ہوتا گان تجارت
 ترقی یہ عمر رواں تجارت
 بدلتا نہیں آسمان تجارت
 اگر قوم ہو نکتہ دان تجارت
 دکھا سکی کان جواہر کو لا کر
 ملا کرتے ہیں کس طرح مال و
 نشان ان کا باقی رہیگانہ ہرگز
 مذہب ہیں جو قومیں ان میں قوم
 مقدس کی کہوٹی ہے جو قوم اس کے
 تنزل یہ کہ دن بدن قدر حیات
 سدا ایک ہی رنگ رہتا ہی اس کا
 دکھا سکی کان جواہر کو لا کر

وہی جان لو ملک و دولت ہی بہتر
تجارت میں گرساٹھ ہو کہ صنعت
بڑا تے میں جو اپنی شان تجارت
تو پھر دیکھنا کیا ہے شان تجارت
تجارت میں شامل اگر موزہ صنعت
نہیں پھر تجارت میں جان تجارت

دو رنگی دنیا

(ماخوذ از ادیب (ایباد)

سہا ہے گردش یل و نہار دنیا میں
ہمیشہ گلشن عالم کا ایک رنگ نہیں
ہے غار عم کل عیش و طرب کے پہلو میں
کوئی غریبے چشم جہان میں کل کیرم
میں اپنی اپنی قسمت ہے
ہے ملک اس کو کسی کو فخر مال
عجیب آب و ہوا ہے جہان فانی کی
یہی ہے حال تو دبستگی ہو کیا اس کے
سیان ہر ایک خوشی میں تو ساتھ دیتا ہے
زبان حال سے کہتے ہن کاخ و قصر محل
ہے ایک حال یہ کہ کو قرار دین
کبھی خزانہ کبھی بحر ہمازیان
نہیں کوئی خوشی خوشگوار دنیا میں
ہے کوئی خار کے مانند خوار دنیا میں
کوئی گدا ہے کوئی شہر یار دنیا میں
ہے کوئی ست کوئی ہوشیار دنیا میں
کوئی ہے شاد کوئی دلہنگار دنیا میں
خوشی ہے ایک غم میں ہزار دنیا میں
مگر نہیں ہے کوئی غمسا دنیا میں
کہ کوئی چیز نہیں پایدار دنیا میں

نہیں ہیں سہی جانی مگر ہے یاد انکی

چورے جایا دگار دنیا میں

احسانِ مرقی

(ماخوذ از تہذیب النوان)

ہے اس کا تجسّر بہیم نے ہزار بار کیا
خدا نے دی تھیں عقل اور ہوشیار کیا
انھوں نے جان کو آرام کو نشان کیا
ادب خدا کا کیا ان کا گرد و قار کیا
خدا کو خوش کیا الکو جو تم نے بھار کیا
اسی لئے تھیں حق نے مالدار کیا
خدا نے فضل و کرم تم پر یہ پشمار کیا
اگر نہ تم نے ادا اس کے کر کے کیا
(علاء حسن بک ادبی پیر پور)

بڑا کیا جو زمانے پہ اعتبار کیا
نہ کھوئے عمر کو فغا ست میں نہ ہوش میں آو
ادب خسرو سحرمان اور باب کا تم پر
جو میں بڑا کر دانی دل ہو تم کو عظیم
جو خود میں شفقت ان پہ جاؤ تم کو
بدو کرو کسی ایسے غریب نہانی کی
خدا نے نعمتیں کین مگر بے حساب عطا
کبھی نہ تم سے وہ راضی رہے گا ای بندو

نظم سعدی کا منظوم مرتبہ

کھانے کو جسم تیرا دان موز مار ہوں کر
جنگل میں قبر مومگی - اور اسے خار ہوں گا

کنج لوح میں تجھ کو ساون ٹپے کاٹا
دنیا کے باغ میں تو - مانا کر رشک گل ہر

کچھ فائدہ نہ ہو گا یا رونکی مایوری کا
 بیان کے سوا اکثر ہونگے وہاں پیادہ
 اسجا سب ہونگے۔ اکثر امیر بیان کے
 اسجا امام بن بگو۔ اور پیشوار باقی
 معلوم ہے قیامت۔ پر تم ہوا اس غافل
 اس صرف ہو گئیں۔ اور مانگو جو جنت
 باطل ہے باتاؤ۔ ابھی ہے حق پرستی۔
 اسجا صاحب ہو گا ساری برائیوں کا
 ساتھی چلے گئے ہیں۔ تم ہی کرو تیری

اجل نیک بیشک۔ دان تیری بار ہو گئی
 اور جو پیادہ ہیں بیان۔ اسجا سوا ہو گئی
 اور جو اسیر ہیں بیان۔ دان شہر بار ہو گئی
 میدان حشر میں وہ۔ خود تیرا ہو گئی
 غفلت کی نیند لے۔ دان خواہو گی
 جنت میں جاؤ لے۔ پر تیرا ہو گئی
 جو حق پرست ہیں دان۔ صاحب وقار ہو گئی
 اور نیک کام ہی سب بجا تیرا ہو گئی
 سعدی سخن تمھارے۔ اب یاد گا ہو گئی

احسان کی غزل

کچھ نیکی کوئی انسان کرے
 کسی حالت میں ہی انسان نہ کرے
 ہو اگر پس میں تو۔ ہر ایک کو رحمت پہنچاے
 ذرہ بھر بھی نہیں ملے کا معذرت نہوا
 جتنا تقدیر میں لکھا ہے وہ مل جائیگا
 آدمی اگر سے اللہ کے ہر وقت ڈرے
 جو بڑا مواسے چوڑے جو بھلا ہو لے
 چوڑا جائیگا میں دولت و خشن انسان

بھول جائیگو کسی شخص یہ احسان کرے
 ہے یہ وہ چیز کہ۔ دشوار کو آسان کرے
 نہ ستائے گا کسی کے ہی کبھی دسیان کرے
 آدمی کوئی تمنا کرے۔ ارمان کرے
 فکر میں جان کو پھر کیوں کوئی مل جائیگا
 شکر اللہ کی نعمت کا ہر اک ان کرے
 چاہیے یہ کہ بدو نیک میں سچا کرے
 آخرت کے لیے ہی تو کوئی سلمان کرے

میں جو کہتا ہوں وہ ہیں سب کی بھلے کی باتیں
 ہوں اگر پیش تو ہر شخص ادھر کان کرے دعا حسن ملدی ہو گئی

اخلاقی غزل

جسے شہزادہ نہیں ہے جسے تیز نہیں
سے ذکر مال کا تو کیا وہ چیز ہے ایمان
وہ علم و حیا آدمی کے دیو ہیں
غریب میں ہے خادم ہے بادشاہ نہیں
تھیں جو علم والا ہے وہ دوسرے کوئی
جہان میں وہ کسی شخص کو غریب نہیں
زیادہ اس کا گران قدر جان نہیں
کران سے بڑھ کے نہ لینے کوئی نہیں
جو خاک سے یکم ہے وہ کینز نہیں
جو خرچ کرنے سے کہتے جاوے وہ چیزیں
دعائیں قادری پھر لوانی

نزل اکسہرا

(دب لغت شیعہ) غریب عبدالرشید خان برادر زادہ

جناب شعی عبدالصمد خان صاحب آنری میجر میجر
جسکے سر پر دینہ علم و شہر کا سہرا
ہیں عظمت کے جو قلعے کو سنوارا خیر
آج حکومت ہے محتاج ہے انکی اولاد
قرض کا ڈالتے ہیں ایسے کل میں بھیندا
دوستو سلطنت علم کے تو شہر بناو
ہم کو لازم ہے کرین قرض شریعت کو
اس کو مر خوب ہو کو نکر گل تر کا سہرا
نہ ہو گیا غیر کے سر علم و شہر کا سہرا
جسکے سر گل تھا نہ صفا شہر کا سہرا
یکسے کیلئے مان بایں پر کا سہرا
بہن بیت باندھو کے علم گر کا سہرا
ہے ہی احمد فحش اس کے گھر کا سہرا

میر کی نظم کا ہے بزم سخن میں لایا تو
یا شب تاس نے باندھا اس کے گھر کا سہرا

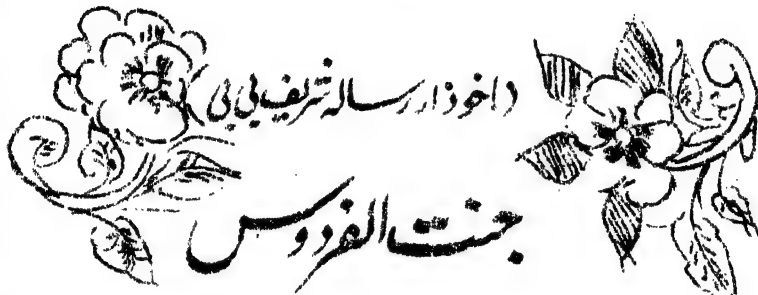
دش غم علی میر احمدی

امید

امید کا جین ہے ہم سیتہ ہمار پر
 بیلا چنبیلی سو تیار بجائینگے ضرور
 کلاستہ امید ہے بیشک بد اہوار
 حال اس کا یو جی کو کسی مفاد غریبے
 امید مندوں کے دکھوں میں و جلوہ گر
 آلام سے جو خون جگر اپنے پیتے ہیں
 یہ وہ غریب بھٹی ہے اندوہ یاس میں
 آرام حسین سے میں حصہ ملا اسے
 رنج و الم سے آیا جو دل اور کاتنگے
 بچے تیرے کہ گئے ان باپ مر گئے
 اب کوئی بات یو جی سے والا نہیں جو
 امید ہی بجا رہی دکھ و الم سے بندھاتی ہے
 اک نوجوان بیٹھا ہوا اینٹ پائس ہے
 دو بارہ قیل ہو چکا ہے امتحان میں دو
 لیکن امید کہتی ہے یہ اسکے کان میں
 ہندوستان پہ کالی گھسا گوی چھائی
 دیکھو جو مرادھی نئی فلاکت کا لوہے
 اے دل مستد و بیخود نہ مہت کو مار کے
 امید کے ہمار سے دیا نلسے پیام

ہو تا نہیں ہے بہن خزان کبھی گذر
 بھول اسکے سوکتے کہی آج نہیں نظر
 سب اسکی آرزو یہ ہیں جی جاکے ستار
 کیفیت اس کی سنو کسی غم نصیب ہے
 آتے نظر میں اسکے کرتے عجیب ہے
 امید کے سہا ہے وہ دنیا میں جمو ہیں
 ارمان اسکے تل چکے سار میں خاتین
 طعنے زنی سے کیا ہے دم اس کا کہیں
 امید ہیں ایسا ہی دکھلاتی رنگ ہے
 وہ دلو کے وہ دل کے اوروں کو کہے
 تعلیم کے جودن تھے وہ یوں ہی کہے
 اور اسکے دل کے تمنوں پر رحم لگاتی ہے
 پر اس کا جہرہ رنج و الم سے اور ہے
 ابدت کا مال و صدہم و یاس ہے
 اسکے تو یاس ہو گا ضرور تحت ان میں
 ہر فرد قوم کہ ہے وہ دلو کو کھاری
 لیکن امید ملکوت مشر وہ شہری
 اجر عین میں آئے گئے پھر دل کے
 امید کی خلیے تمن دنیا کے سار کا نام

ہر ایک ذی حیات کو ہے اس کا آسرا وابستہ ہے اسی سے مانے کا سہارا
 ہر حید دل ہو مگر نرجس عالم سے چور
 (امقنطوا) چاہے تکتہ مگر فردوس
 (ذبت خیط اسد امرت)



سنا تھا ایک بچے نے یہ مان کہ جنت ہے بہت عمدہ یہاں
 سو اکن اسنے اپنی مان سے پوچھا کہ مل سکتی ہے ایسی کہاں ہے
 سبھی داپرین شادمان فرماں غم و افکار بھاسکے ہیں وہاں سے
 بہلا جنت رہاں ہے میری امان کہ ہر روز تاتی ہے خوشبو جہان سے

جواب اسکو دیا یہ مان لجن کر

نہیں ہرگز وہاں اور جان مادر

کہا بچے نے مان سے اپنی سنکر بتائیں خود ہی آہستہ یہ کہاں ہے
 کچھ روں کے شجر ہوتے ہیں ججا نسیم صبح جیتی ہے جہان پر

شکوئے اور پچھلے سارے
راکھتے ہیں عطر آگین جہان پر

لطیف اور عمدہ ہیں ہر طرح کی جہاں
جہاں جنت کے ایمان وہاں پر

یہ عالم کبھی ہے پھر دوبارہ سنکر

مرے بچے بہترین فرادس وہاں پر

یہ سب بارہ ہے گستاخان کے گناہ
مری امان وہ پھر آخرت کس جا

جہاں ہے یہی امان وہ وہاں ہے
جہاں یاقوت اور ہے چمکتا

رضخان ہے جہاں ساسل یہ گھر
جہاں الماس ہے لوگوں کو ملتا

جو ہے مسکس ستھری طاغون کا
بنام وہاں ہے مجھے کس جا

چمکتے ہیں زمین پر کرم تاب

نیا گستر زمین تھا ہے منہ تاب

جواب اس بات کا دیتی ہے یہ امان
نہیں جنت مرے محنت جگر وہاں

تر نے تشادمانی کے وہاں کہن
جہیں سن سکتا کوئی بھی نہیں بیان

ہر اس خوف ان سے بھگتے تھیں
وہاں یاقوت اور ہیرے ہیں تلبان

مرے بچے برداشت کی جگہ ہے
تھیں اسباب کوئی بھی ہراس

وہ سپرینگیکن سے بالاتر ہے

وہ نکلوا ہمارے سے ہے

کلیچ شباب

کون ایسا ہے جو نہیں چاہتا کہ لطف جو الی زایل نہ ہو اور وہ دو برون کو
اپنے جوان ہونے کا یقین نہ دلا سکے یہی ہے وہ خیال جھکویہ کر سکتی ہے
سے تمام وہ دور ہے جو جو ان کا رخ لئے ہوئے ہیں رویہ اور وقت برباد کیا
وہ تیرن لیکن اسیر ہو رہے ہیں آہنہ بڑی کر شش و چشت ہے
یہ وہ دور وقت ضائع کر رہے ہیں اب ایسا نایاب خطاب دریافت کیا کہ
بکلی خوبی صرف استعمال سے معلوم ہو سکتی ہے ہم دیگر شہدایہ کی
طرح اس کی تعریف کرتے ہیں خیال کرتے ہیں استعمال کے بعد وہ
معلوم ہو جائے گا اسکے استعمال سے جلدی بکوی نفع یا دہم نہیں آتا
اس کا استعمال ہی مشکون سے ہر اسے یہی ترکیب استعمال
ساتھ ہو گا۔ فی ذہنہ۔

ایک دیکھو طفال

(عقب بڑھ اسکول درالٹ قاضی آباد کن)

جیکل جیسے بڑے ویسی دیکھو انکیرن اخلاستین یہ بخت چھری
پوری ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کے مافرت کے اسباب کیا ہیں۔ گو کہ
اتنی مضامین لگا دیں اور فاضل ایڈیٹروں نے خوب خوب خاموشی
کی ہے۔ لیکن شہزادہ راول کوئی وجہ ایسی سمجھ میں نہیں آتی کہ

میں نے اس کا سبب یہ کیا ہے جس سے اس کا دل
 میں غم ہو رہا ہے اور اسے بے پروا کر دیا ہے
 بات دراصل یہ ہے کہ اس کو ان کے ملک کی
 مخالفت کیا جاتی ہے اور اس کے خلاف
 یہاں ہو جاتی ہے یا عمدہ کتابیں دستیاب
 معاملات پر بحث کرنے والے وریدہ دین
 کیا کرتے ہیں اس سے وہ بھی غمناک ہو جاتا ہے
 میں ہوں کہ دشمن سے یہ لڑ رہی زبان دکھاتا ہے
 ایک سالہ ادیب الاطفال جاری کرنے کا قصد ہے
 جس کے خاص مقاصد بچوں میں قومی وطنی
 مطالعہ و شعور بخاری کا فروغ دلانا ہے
 اس سے بچوں کی محبت و یگانگت کو ترقی
 اس سے شاہ وقت کی تحسین میں دلدادہ
 اس سے اس کی تعلیم و تہذیب کا عام کرنا ہوں
 گئے یہ سلاطین

روزگار ستین

نمبر سالہ ادیب الاطفال

تجربہ آئی بی بی



